تنظیم اسلامی کا ترجمان

33

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

25 ذوالحجہ 1440ھ تا 2 محرم 1441ھ / 27 اگست تا 2 ستمبر 2019ء

قوت برداشت کا امتحان

حقیقت یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بہت دشوار کام ہے۔ یہ آدمی کی بہترین صلاحیتوں کو نچوڑ لیتا ہے۔ اس میں قدم قدم پر انسان کی قوتِ برداشت کا امتحان لیا جاتا ہے اور اسے سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کام کو وہی شخص انجام دے سکتا ہے جس میں مصائب کو جھیلنے کی طاقت ہو، جو چوٹ پر چوٹ کھانے کے باوجود دین پر جمنے کی استطاعت رکھتا ہو، جسے شاہانِ وقت کے سامنے کلمۂ حق کہنے میں باک نہ ہو۔ جس کے عزم و حوصلہ کا یہ عالم ہو کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے سچائی کے اظہار سے باز نہ رکھ سکے اور جس میں اتنی جرأت اور ہمت ہو کہ بڑے سے بڑے جبار اور ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان پہلے اپنی خواہشات نفس پر غلبہ پائے اور احکامِ الٰہی کے تابع ہو جائے، کیونکہ جس شخص میں اپنے نفس کی خواہشات پر غالب آنے کی صلاحیت نہیں ہے، وہ دوسروں کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ صبر کا وصف ان تمام خوبیوں کا جامع ہے۔ جس شخص میں صبر کا وصف ہے، وہ اس قابل ہوگا کہ سخت ترین حالات میں بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض انجام دے سکے اور مسلسل انجام دیتا رہے۔ لیکن جو شخص اس وصف سے محروم ہے وہ اس کام کو انجام نہیں دے سکتا اور اگر کبھی اس کی ہمت کر بھی گزرے تو ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

معروف و منکر
سید جلال الدین عمری

اس شمارے میں

تاریخ تحریک آزادیٔ کشمیر

دین کا ہمہ گیر تصور

کیا کشمیر آزاد ہوگا؟

کشمیر سے یک جہتی

دعوت دین: ضرورت و اہمیت

ملی جرائد کونسل کا اجلاس

ایک اللہ کی عبادت اور شعائر اللہ کی تعظیم

سُورۃُ الحَجّ ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ آیات: 31، 32

حُنَفَآءَ لِلّٰہِ غَیۡرَ مُشۡرِکِیۡنَ بِہٖ ؕ وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُہُ الطَّیۡرُ اَوۡ تَہۡوِیۡ بِہِ الرِّیۡحُ فِیۡ مَکَانٍ سَحِیۡقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِکَ ٭ وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ ﴿۳۲﴾

آیت ۳۱ ﴿حُنَفَآءَ لِلّٰہِ غَیۡرَ مُشۡرِکِیۡنَ بِہٖ ؕ﴾ ''یکسو ہو جاؤ اللہ کے لیے' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے۔''

اللہ کی بندگی میں کسی اعتبار اور کسی پہلو سے شرک کا شائبہ تک نہ آنے پائے۔ نہ ذات میں' نہ صفات میں' نہ حقوق میں' نہ اختیارات میں۔

﴿وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ﴾ ''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو وہ ایسے ہے جیسے آسمان سے گر پڑا''

شرک کرنے والے انسان کی مثال ایسے ہے جیسے وہ کسی بلندی پر رسّی کی مدد سے لٹکا ہوا تھا تو اس کی رسّی کٹ گئی اور وہ یکدم تیزی سے نیچے آ رہا ہے۔

﴿فَتَخۡطَفُہُ الطَّیۡرُ اَوۡ تَہۡوِیۡ بِہِ الرِّیۡحُ فِیۡ مَکَانٍ سَحِیۡقٍ ﴿۳۱﴾﴾ ''تو اسے پرندے اُچک لیں یا ہوا اُڑا پھینکے کسی دور دراز جگہ پر۔''

تو ایسے شخص کی اب کیفیت یہ ہے یا تو وہ باز اور عقاب جیسے شکاری پرندوں کے رحم و کرم پر ہوگا یا پھر تیز ہوا کا کوئی جھونکا اسے کسی کھائی میں پٹخ دے گا۔ مشرک کا ایسا انجام اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ کا دامن چھوڑ کر وہ بے سہارا ہو جاتا ہے' جبکہ توحید پرست شخص ایک مضبوط سہارے پر قائم ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ ابراہیم کی آیت ۲۷ میں فرمایا گیا ہے: ﴿یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ﴾ ''ثابت قدم رکھتا ہے اللہ اہل ایمان کو قولِ ثابت (کلمۂ توحید) کے ساتھ دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔''

آیت ۳۲ ﴿ذٰلِکَ ٭ وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ ﴿۳۲﴾﴾ ''یہ سب کچھ (تم نے سن لیا)' اور جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے گا تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ کی بات ہے۔''

شعائر کی واحد ''شعیرہ'' ہے۔ لغوی اعتبار سے اس لفظ کا تعلق ''شعور'' سے ہے۔ اس مفہوم میں ہر وہ چیز ''شعائر اللہ'' میں سے ہے جس کے حوالے سے اللہ کی ذات' اس کی صفات اور اس کی بندگی کا شعور انسان کے دل میں پیدا ہو۔ اسی حوالے سے سورۃ البقرۃ میں صفا اور مروہ کو بھی شعائر اللہ کہا گیا ہے: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَۃَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ ۚ﴾ (آیت ۱۵۸)۔ چنانچہ خود بیت اللہ' مقامِ ابراہیمؑ' صفا اور مروہ سب شعائر اللہ میں شامل ہیں۔

فرمان نبویؐ

بہترین سرمایہ

عَنۡ اَبِیۡ اُمَامَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((یَا ابۡنَ آدَمَ اِنَّکَ اَنۡ تَبۡذُلَ الۡفَضۡلَ خَیۡرٌ لَکَ وَاَنۡ تُمۡسِکَہٗ شَرٌّ لَکَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ وَابۡدَاۡ بِمَنۡ تَعُوۡلُ وَالۡیَدُ الۡعُلۡیَا خَیۡرٌ مِنَ الۡیَدِ السُّفۡلٰی)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے آدم کی اولاد' اپنی ضرورت سے زائد مال خرچ کر دینا تیرے لیے بہتر ہے اگر تو اس کو روک لے گا تو تیرے لیے برا ہوگا اور کفالت کی حد تک جمع رکھنے میں ملامت نہیں ہے اور جب خرچ کرو تو ابتدا اپنے اہل و عیال سے کرو — اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے''۔

انسان کی بچت فاضل سرمایہ ہوتا ہے جسے یا تو دنیا کا سامان جمع کرنے کے لیے وہ استعمال کرے گا یا پھر آخرت کا توشہ بنانے کے لیے' اور ظاہر ہے آخرت کا سرمایہ بہترین سرمایہ ہے اور دنیا کی دولت تو انسان کو دنیا کے ساتھ ملوث کر دیتی ہے جس سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اپنی آمدن کے لحاظ سے ماہانہ اخراجات یا سالانہ معاش کی حد تک جمع رکھنا کوئی بری بات نہیں ہے لیکن خرچ کرنے میں سب سے پہلے گھر والے اور پھر قرابت دار ہی حقدار ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

تاریخ تحریک آزادیٔ کشمیر

جموں وکشمیر جسے جنت ارضی بھی کہا جاتا ہے تقریباً 48,471 مربع میل پر پھیلی ہوئی ریاست ہے۔ یہ علاقہ براعظم ایشیاء کے تقریباً وسط میں اور برصغیر کے شمالی حصہ میں واقع ہے۔ اس مناسبت سے اسے ایشیاء کا دل اور برصغیر کا تاج بھی کہتے ہیں۔ جغرافیائی اعتبار سے اس نہایت اہم خطے کے شمال میں چین کا صوبہ سنکیانگ واقعہ ہے۔ اس کے مشرق میں تبت، جنوب میں بھارت، جنوب مغرب میں پاکستان اور مغرب میں افغانستان واقع ہیں۔ اگر داخلی طور پر دیکھا جائے تو ریاست جموں وکشمیر چار ذیلی علاقوں پر مشتمل ہے جو جموں، وادی، لداخ اور گلگت بلتستان کہلاتے ہیں۔

خطہ کشمیر ماضی میں بدھ مت کا مرکز رہا جبکہ مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ آٹھویں صدی عیسوی میں برصغیر پر مسلمانوں کے حملے کے بعد شروع ہوا۔ پہلی اسلامی حکومت کا آغاز چودھویں صدی کے آغاز میں اس وقت ہوا جب بدھ حکمران رنچن شاہ نے اسلام قبول کیا اور اسلامی نام صدر الدین اختیار کیا۔ پہلی باقاعدہ اسلامی حکومت کی بنیاد شاہ میر نے رکھی جو بعد میں سلطان شمس الدین کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس خاندان نے کشمیر پر لمبا عرصہ حکومت کی اور کشمیر کو اسلامی تشخص میں رنگ دیا جو آج تک کشمیر کی پہچان ہے۔

اس خاندان کے بعد 1555ء میں ایک اور مسلمان خاندان چک کی حکمرانی قائم ہوئی، لیکن یہ خاندان اپنے اختلافات پر قابو نہ رکھ سکا، چنانچہ صرف 31 برس بعد ہی 1586ء میں مغل بادشاہ اکبر نے کشمیر کو سلطنت مغلیہ کا حصہ بنا لیا۔ جب مغلیہ سلطنت روبہ زوال ہوئی تو احمد شاہ ابدالی کے پنجاب پر حملوں کے دوران 1752ء میں کشمیر افغانوں کے قبضے میں چلا گیا جو 1819ء تک قائم رہا۔ 67 برس پر محیط اس عہد کے بعد کشمیر پر رنجیت سنگھ کی فوجوں نے حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور یوں کشمیر پر سکھوں کا تسلط قائم ہوگیا۔ سکھوں کا یہ عہد کشمیر کی تاریخ میں ظلم و بربریت کا سیاہ دور ہے۔ سکھ کشمیریوں سے نفرت کرتے تھے اور ان کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کرتے تھے۔ اگر کوئی کشمیری کسی سکھ کے ہاتھوں قتل ہو جاتا تو قاتل کو صرف 16 سے 20 روپے تک جرمانہ کیا جاتا تھا، جس میں سے مقتول کے ورثاء کو دو روپے ادا کر کے بقیہ رقم سرکاری خزانے میں جمع کرا دی جاتی تھی۔

1842ء میں جب سکھوں کو انگریزوں کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا تو 9 مارچ 1842ء کو فریقین میں معاہدہ لاہور طے پایا۔ اس کے تحت کشمیر کا علاقہ انگریزوں کے حوالے کر دیا گیا جنہوں نے چند روز بعد اپنے ایک وفادار گلاب سنگھ ڈوگرہ کو 75 لاکھ نانک شاہی سکوں کے عوض فروخت کر دیا۔ اس سلسلے میں ایک معاہدہ انگریزوں اور گلاب سنگھ ڈوگرہ کے درمیان بھی طے پایا جس کے تحت وادی کشمیر اور اردگرد کے علاقے اپنی آبادی اور تمام اسباب و وسائل کے ساتھ گلاب سنگھ ڈوگرہ کے حوالے کر دیے گئے۔ اسے معاہدہ امرتسر کہا جاتا ہے۔

اقبال نے اس انسانیت سوز واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:

دہقان و کشت و جوے و خیاباں فروختند
قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند!

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

25 ذوالحجہ 1440ھ تا 2 محرم 1441ھ جلد 28
27 اگست تا 2 ستمبر 2019ء شمارہ 33

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

گویا ہر کشمیری کو صرف 7 سکوں کے عوض ڈوگرہ کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا جبکہ زمین رشک فردوسِ بریں 155 روپے فی مربع میل کے حساب سے پڑی۔ ڈوگرہ حکمران بھی اپنے پیشروؤں کی مانند مسلمانوں سے بے انتہا تعصب رکھتے تھے، یہاں تک کہ دوپہر سے پہلے مسلمانوں کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ اس وجہ سے مسلمانوں کو دوپہر سے پہلے کسی ڈوگرہ حکمران کے سامنے جانے کی اجازت نہ تھی۔ اس دور میں بھی مسلمانوں نے اس ظلم وستم کے خلاف آواز بلند کی کہ جب مساجد کو اصطبلوں اور بارود خانوں کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اور اذان دینے اور خطبہ پڑھنے پر پابندی تھی۔ پونچھ کے مسلمان لیڈروں سردار سبز علی خان اور ملی خان کی کھالیں زندہ ہی اتروادی گئیں، محض اس جرم میں کہ وہ ڈوگرہ حکمرانوں کے ظلم وستم کے خلاف مزاحمت کرتے تھے۔

انہی مظالم کے باعث 1929ء میں سرینگر میں شیخ عبداللہ نے ریڈنگ روم پارٹی کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ اسی زمانے میں جموں میں چودھری غلام عباس نے اے آر ساغر اور دیگر چند ساتھیوں نے مل کر ینگ مینز ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی۔ ینگ مینز نے بھی مسلمانوں کے حقوق کے لیے خاطر خواہ جدوجہد کی، لیکن یہ دونوں تحریکیں تحریک آزادی کا روپ نہ دھار سکیں۔

1931ء میں بریلی کے علاقے میں ایک مسجد شہید کر دی گئی اور ایک پولیس اہلکار نے جان بوجھ کر قرآن پاک کی بے حرمتی کی۔ ان واقعات سے مسلمانوں میں غم وغصہ پھیلنے لگا اور وہ اس کا اظہار سڑکوں پر مظاہروں کی صورت میں کرنے لگے۔ پولیس نے بہت سے مظاہرین کو گرفتار کر لیا۔ جب ان کا مقدمہ عدالت میں چلا تو بہت سے مظاہرین عدالت کے باہر جمع ہوئے اور کارروائی سننے پر زور دیا۔ پولیس نے ان مظاہرین پر گولی چلائی اور یوں 13 جولائی 1931ء کو 27 افراد شہید اور بے شمار زخمی ہوئے۔ ان واقعات کی خبر ہندوستان کے طول وعرض میں پھیل گئی اور مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ انہی حالات کے باعث کشمیر کے مسلمانوں میں اتحاد کی فضا ابھری اور 14 اگست 1931ء کو پہلی بار جموں میں کشمیر ڈے منایا گیا۔

یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ ٹھیک 16 سال بعد اسی دن پاکستان آزاد ہوا۔ بہرحال ان واقعات کے بعد مسلمانوں میں اپنے کشمیری بھائیوں کی مدد کا جذبہ شدومد سے پیدا ہوا جو کہ آج بھی زندہ ہے۔ اُس وقت اکتوبر 1931ء میں پورے پنجاب میں ''چلو چلو کشمیر چلو'' کی صدائیں گونجنے لگیں۔ اس موقع پر برطانوی حکومت نے مداخلت کی اور ڈوگرہ راج کے مظالم کو روکنے کا کہا گیا۔ یوں یہ تحریک بھی تحریک آزادی کی مکمل شکل نہ اختیار کرسکی۔ انہی دنوں 1933ء میں سرینگر پتھر مسجد میں جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی۔

یہ تحریکیں اگرچہ تحریک آزادی کی شکل اختیار نہ کر سکیں لیکن اس کے باوجود ان تحریکوں کے باعث مسلمانوں میں بیداری کی ایک لہر اٹھی تھی اور وہ منظم ہو رہے تھے۔ یہ سب دیکھ کر ہندوؤں کو شدید تکلیف ہوئی، چنانچہ انہوں نے بھی ہندو انتہا پسند تنظیم راشٹریہ سوائم سیوک سنگھ کو کشمیر میں دعوت دی کہ وہ یہاں اپنے اڈے قائم کرے۔ چنانچہ 1934ء میں آر ایس ایس نے اپنا کام شروع کر دیا اور جابجا اس تنظیم کے مراکز کھل گئے۔ یہ مراکز بظاہر ورزش گاہ اور اکھاڑے کی مانند تھے کہ جہاں ہندو نوجوان جسمانی ورزشیں کرتے تھے لیکن درحقیقت یہ ریاست کی ہندو اقلیت کو مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے جنگی تربیت فراہم کرنے کے مراکز تھے۔ یہی مراکز بعد ازاں مسلمانوں کے خلاف منظم مظالم اور قتل عام کے لیے استعمال کیے گئے۔

ایک طرف وادی کشمیر میں ڈوگرہ راج کے خلاف کاوشیں جاری تھیں جبکہ دوسری طرف ہندوستان بھر میں تحریک آزادی کو ایک نیا رخ مل چکا تھا۔ علامہ محمد اقبال کی طرف سے ایک الگ وطن کا نظریہ پیش کیا جا چکا تھا۔ برصغیر میں جوں جوں مطالبۂ پاکستان زور پکڑتا گیا ریاست میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کی حیثیت سے مسلم کانفرنس کا پلہ بھی اسی رفتار سے بھاری ہوتا گیا۔

3 جون 1947ء کو جب تقسیم ہند کا فارمولا منظور ہوا تو برصغیر کی 562 ریاستوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ اپنے جغرافیائی اور معاشرتی وسماجی حقائق کے پیشِ نظر اپنی آبادی کی خواہشات کے مطابق بھارت یا پاکستان سے الحاق کرلیں۔ ریاست جموں وکشمیر کی 80 فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ اس کی 600 میل لمبی سرحد پاکستان سے ملتی تھی۔ ریاست کی واحد ریلوے لائن سیالکوٹ سے گزرتی تھی اور بیرونی دنیا کے ساتھ ڈاک اور تار کا نظام بھی پاکستان سے جڑا تھا۔ ریاست کی دونوں پختہ سڑکیں راولپنڈی اور سیالکوٹ سے گزرتی تھیں۔ ان سب حقائق کے پیشِ نظر ریاست جموں وکشمیر کا پاکستان کے ساتھ الحاق لازمی طور پر ایک قدرتی اور منطقی فیصلہ ہونا چاہیے تھا، لیکن مہاراجہ ہری سنگھ اور کانگریسی لیڈروں کے عزائم اس فیصلہ کے بالکل برعکس تھے۔ اپنے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انہوں نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ مل کر سازش کا جال بنا، جس کے پھندے میں مقبوضہ ریاست کے بے بس اور مظلوم باشندے آج تک بری طرح گرفتار ہیں۔

جب 14 / اگست 1947ء کو تقسیم ہند کے منصوبے کا اعلان ہوا تو ریڈکلف نے واضح طور پر جانبداری کا مظاہرہ کیا اور ناانصافی پر مبنی کئی فیصلے کیے۔ ان سب میں وادی کے حوالے سے اہم یہ تھا کہ گورداسپور کا علاقہ جو مسلم اکثریت کا حامل تھا اسے بھارت کے ساتھ شامل کر دیا گیا تا کہ بھارت کو ریاست تک پہنچنے کا

زمینی راستہ دیا جاسکے۔ مہاراجہ پہلے ہی کانگریسی لیڈروں کے ساتھ یہ سازباز کر چکا تھا۔ اس بات کی خبر جب غیور کشمیری باشندوں کو ہوئی تو انہوں نے طے کیا کہ وہ ڈوگرہ راج سے لڑیں گے اور ریاست کا الحاق پاکستان سے کروائیں گے۔ لیکن اس سے قبل ڈوگرہ فوج نے صوبہ جموں میں مسلمان اکثریت کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا اور مسلمانوں کے قتل عام اور ریاست بدری کا طریقہ کار اپنایا گیا۔ چنانچہ اس وقت جموں میں لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا گیا اور بہت سوں کو اغوا کر لیا گیا۔ بہت سی عورتیں جنھیں پاکستان لے جانے کا کہہ کر ٹرکوں میں بٹھایا گیا، وہ آر ایس ایس کے غنڈوں کے حوالے کر دی گئیں، جنہوں نے ان کی عصمت دری کی اور بعد ازاں انہیں قتل کر دیا۔ یوں جموں میں لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔

جموں کے بعد مہاراجہ کو پونچھ کی فکر سوجھی۔ پونچھ میں 95 فیصد مسلمان تھے۔ یہاں بہت سے ریٹائرڈ فوجی بھی تھے۔ ان تک جب مسلمانوں کے قتل عام کی اطلاع پہنچی تو یہ فوراً لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ وادی کے لوگوں نے عورتوں اور بچوں کو پاکستان منتقل کرنا شروع کیا اور خود سر پر کفن باندھ کر ڈوگرہ فوج سے لڑنا شروع کر دیا۔ چنانچہ راولاکوٹ، وادی جہلم اور بہت سے علاقوں سے ڈوگرہ فوج فرار ہوگئی۔

کشمیر کے لوگوں کی رشتہ داریاں افغانوں اور پٹھانوں کے محسود اور دیگر قبائل سے تھیں۔ عورتیں اور بچے جب وہاں پہنچے تو ان پر ظلم کی داستانیں سن کر ان کے خون کھول اٹھے۔ چنانچہ ان علاقوں سے لشکروں کے لشکر کشمیر کی طرف روانہ ہوئے اور چند ہی دنوں میں مظفر آباد اور ایبٹ آباد کے درمیان ہٹ راوی کے جنگل میں ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ خورشید انور نے اس لشکر کی کمان سنبھالی اور انہوں نے ڈوگرہ فوج سے لڑنا شروع کیا۔ چنانچہ مظفر آباد، کوٹلی، راولاکوٹ اور موجودہ آزاد کشمیر کو نہ صرف ڈوگرہ بلکہ ہندوستانی فوج سے بھی آزاد کروا لیا گیا۔ مہاراجہ اس وقت بھارت فرار ہو چکا تھا اور اس نے بھارت سے مدد مانگی تھی۔ بھارت نے اس شرط پر مدد فراہم کی کہ وہ بھارت سے الحاق کی دستاویزات پر دستخط کرے۔ مہاراجہ نے فوراً حامی بھر لی۔ چنانچہ بھارتی فوجیں بھی سرینگر اور وادی کے دیگر حصوں میں پہنچنا شروع ہو گئیں۔

یوں ریاست کا جو حصہ مجاہدین نے آزاد کروا لیا وہ آزاد کشمیر کہلایا جبکہ باقی ماندہ کشمیر پر بھارت نے اپنا غاصبانہ قبضہ جما لیا۔ چونکہ بھارت اپنی گھناؤنی کارروائیوں سے واقف تھا سو اُس نے دنیا کے سامنے یہ اعلان کرنا شروع کیا کہ کشمیر کا بھارت کے ساتھ الحاق محض عارضی و وقتی ہے، الحاق کا حتمی فیصلہ جموں و کشمیر کے باشندوں کی آزادانہ، منصفانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کے ذریعے کرایا جائے گا۔ اس بات کا اعلان پنڈت جواہر لعل نہرو نے کیا۔ چنانچہ اقوام متحدہ میں بھارت کی طرف سے دائر کردہ جنگ بندی کی اپیل منظور کر لی گئی اور بھارت نے اقوام متحدہ میں قرارداد پیش کی کہ کشمیر کا فیصلہ استصوابِ رائے سے کیا جائے گا اور انہیں حق خود ارادیت دیا جائے گا۔ یوں 15 /اگست 1948ء کو اقوام متحدہ میں قراردادِ حق خود ارادیت منظور کی گئی، لیکن بھارت آج تک اس پر عمل کرنے سے گریزاں ہے اور مسلسل عذر تراشیوں بلکہ ہٹ دھرمی سے کام لے رہا ہے۔

تقسیم ہند کے بعد بھی کشمیریوں نے اپنی جدوجہد آزادی کو جاری رکھا اور اس میں حالات کے مطابق عروج و زوال آتے رہے۔ 1966ء میں محمد مقبول بٹ نے نیشنل لبریشن فرنٹ کی بنیاد رکھی جس کا مقصد بھی کشمیریوں کو آزادی دلوانا تھا۔ سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد تحریک آزادیٔ کشمیر کو ایک نئی جہت ملی۔ یہاں بھی گوریلا جنگ کا آغاز ہوا اور بہت سی مسلح آزادی کی تنظیمیں وجود میں آئیں۔ 1990ء میں تحریک آزادی کشمیر میں بہت تیزی آئی۔ دوسری طرف بھارت سرکار اور فوج نے اس تحریک کو دبانے کے لیے ہر طرح کے مظالم اختیار کیے اور ہلاکو و چنگیز خان کو کہیں پیچھے چھوڑ دیا۔

9/11 کے بعد جب دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ کا آغاز کیا گیا اور امریکہ افغانستان میں آیا تو بھارت نے خطے میں اس کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت سے اقدامات کیے، جس کے باعث تحریک آزادیٔ کشمیر کمزور ہوئی، لیکن وہ مکمل طور پر ختم نہ کی جا سکی۔ اس کے مظاہر وقتاً فوقتاً ہمیں دیکھنے کو ملتے رہے۔ اس تحریک کو نئی جہت اس وقت ملی جب تین سال قبل کشمیریوں کے مقبول مجاہد مظفر وانی کو بھارتی فوج نے شہید کر دیا۔ اس کے بعد تحریک آزادی میں نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ بھارت کے لیے اب اس تحریک کو دبانا مشکل ہو گیا، لہٰذا اس نے آئین میں ترمیم کر کے آرٹیکل 370 اور 35-A کو ختم کر دیا جس کے تحت مقبوضہ کشمیر کو ایک خود مختار ریاست کی حیثیت حاصل تھی اور آئین کی یہ شقیں کشمیر کو بھارت میں ضم کرنے سے روک رہی تھیں۔ بھارت کے ان تمام اقدامات کے باوجود آج بھی کشمیریوں کے حوصلے اسی طرح بلند ہیں۔ اس کی واضح مثالیں کشمیر میں بھارتی افواج پر ہونے والے حملے اور بھارت کے یوم جمہوریہ کو ایک بار پھر یوم سیاہ کے طور پر منانے جیسے اقدامات ہیں۔ سخت ترین کرفیو اور محاصرے کے باوجود کشمیریوں نے ایک بار پھر پوری دنیا کو یہ پیغام دیا ہے کہ ہم ہر صورت بھارت سے آزادی حاصل کر کے رہیں گے اور پاکستان سے الحاق ہی کشمیریوں کی منزل ہے۔

دین کا ہمہ گیر تصور

(قرآن وسنت کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن محترم ڈاکٹر عارف رشید حفظہ اللہ کے 16 اگست 2019ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراہیم

محترم قارئین! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ تنظیم اسلامی نے ''دعوتِ فکر اسلامی'' کے عنوان سے ایک مہم شروع کی ہے جو تین مہینے کے دورانیے پر مشتمل ہے۔ اسلام کیا ہے؟ اس کے کیا خدوخال ہیں؟ وہ کون سی صفات ہیں جو ایک مسلمان کہلانے والے شخص میں ہونی چاہئیں؟ بحیثیت مسلمان ہماری کیا کیا انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریاں ہیں؟ اس حوالے سے مختلف تصورات دنیا میں پائے جاتے ہیں، لیکن حقیقت میں اصل تصورِ دین کیا ہے؟ اسی بات کو اُجاگر کرنے کے لیے تنظیم اسلامی نے ''دعوت فکر اسلامی مہم'' کا آغاز کیا ہے۔ اس ضمن میں آج ان شاء اللہ ہمارا موضوع ہوگا ''دین کا ہمہ گیر تصور''۔ سورۃ المائدہ میں فرمایا:

﴿اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ﴾ ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اتمام فرما دیا ہے اپنی نعمت کا اور تمہارے لیے میں نے پسند کرلیا ہے اسلام کو بحیثیت دین کے۔''

اسی طرح سورۃ التوبہ میں فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ۙ وَ لَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ﴿۳۳﴾﴾ ''وہی تو ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دینِ حق دے کر تاکہ غالب کر دے اسے کل کے کل دین (نظامِ زندگی) پر، خواہ یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بہت بڑا مظہر تھا کہ پہلا انسان جو اس دنیا میں بھیجا گیا وہ پہلا نبی بھی تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ انسان تاریکیوں اور اندھیروں میں بھیج دیا گیا ہو۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک بعض روایات کی رو سے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اللہ نے اس دنیا میں بھیجے۔ ان میں سے 313 رسول تھے جبکہ باقی انبیاء تھے۔ اس دورانیہ کی طوالت کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ تاہم ایک وقت میں تین تین رسول بھی موجود رہے۔ سورۃ الشوریٰ میں فرمایا گیا:

(اے مسلمانو!) اللہ نے تمہارے لیے دین میں وہی کچھ مقرر کیا ہے جس کی وصیت اس نے نوحؑ کو کی تھی اور جس کی وحی ہم نے (اے محمد ﷺ) آپ کی طرف کی ہے اور جس کی وصیت ہم نے کی تھی ابراہیمؑ کو اور موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو کہ قائم کرو دین کو۔ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ (اے نبی ﷺ) بہت بھاری ہے مشرکین پر یہ بات جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں۔'' (آیت: 13)

دین حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک ایک ہی رہا ہے جس کی بنیاد عقیدۂ توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ پر ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی ہمسر نہیں ہے۔ یہی ہر پیغمبر کی دعوت رہی۔ البتہ ہر اُمت کی شریعت پہلے سے تھوڑی مختلف رہی۔ یعنی شرعی لحاظ سے مختلف ادوار میں مختلف احکام نازل ہوتے رہے۔ جیسے بنی اسرائیل کی نماز ہماری نماز سے قدر مختلف تھی، اسی طرح روزے کے احکام میں بھی وقت کے ساتھ ساتھ تغیر وتبدل ہوتا رہا۔ بنی اسرائیل کے لیے ہفتہ کا دن عبادت کا دن مقرر تھا اور باقی امور کی اس دن ممانعت تھی۔ لیکن اُمت محمدی ﷺ کے لیے نماز جمعہ کے دوران دیگر امور کو حرام قرار دیا گیا۔

گویا ہر رسول کی آمد پر شرعی احکام میں کچھ تبدیلی ہوتی رہی لیکن بنیادی طور پر دین ایک ہی رہا جو کہ دین توحید ہے۔

دین اور مذہب میں فرق:

ہم لوگ چونکہ دین کے وسیع تر مفہوم سے نابلد ہیں لہٰذا اکثر ہمارے ہاں جب کوئی فارم فل کیا جاتا ہے تو اس میں ایک مذہب کا خانہ بنا ہوتا ہے کہ آپ کا مذہب کیا ہے؟ لیکن قرآن حکیم اور نبی اکرم ﷺ کے فرامین میں کہیں بھی اسلام کو مذہب نہیں کہا گیا بلکہ ہر جگہ اس کے لیے دین کا لفظ ہی آیا ہے۔ جیسے:

﴿اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ ۟ قف﴾ (آل عمران: 19)

''یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔''

﴿اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ﴾ (المائدہ: 3) ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے''۔

دین سے مراد مکمل نظام حیات ہے۔ جبکہ مذہب کا مطلب ہے راستہ یا طریقہ۔ جیسے مذہب شافعیؒ، مذہب حنبلی، مذہب حنفی وغیرہ۔ یعنی دین میں غور وفکر کے بعد ان آئمہ نے جو نتائج اخذ کیے وہ ان کا مذہب یا مسلک کہلایا۔ مذہب کا تعلق عام طور پر تین بنیادی چیزوں پر ہے۔

1۔ عقیدہ:

ہر مذہب کی بنیاد ایک عقیدے پر ہوتی ہے۔ جیسے یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کا بھی ایک عقیدہ ہے۔

2۔ مراسم عبودیت

اسی طرح ہر مذہب میں کچھ مراسم عبودیت ہوتی ہیں کہ عبادت کیسے کرنی ہے۔ جیسے ہندو مندروں میں جاکر گھنٹیاں بجاتے ہیں، عیسائی چرچ میں جاتے ہیں، یہودی سینگاگ میں جاتے ہیں، اسی طرح ہمارے دین میں بھی کچھ مراسم عبودیت ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ۔

3۔ رسومات

ہر مذہب میں کچھ رسومات بھی ہوتی ہیں۔ جیسے عیسائیوں کے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے بتسمہ دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے ہاں بچے کی پیدائش پر عقیقہ کیا

جاتا ہے۔اسی طرح نکاح اور طلاق کے طریقے بھی مختلف مذاہب میں مختلف ہیں۔

بنیادی طور پر مذہب انہی تین چیزوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔یعنی مذہب کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے ہوتا ہے جس میں انسان کا عقیدہ، عبادات اور رسومات شامل ہوتی ہیں۔مذہب اجتماعی زندگی کے معاملات یعنی سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظاموں کے حوالے سے کوئی بحث نہیں کرتا۔جبکہ دین زندگی کے ہر انفرادی و اجتماعی گوشہ میں راہنمائی دیتا ہے۔اس لحاظ سے اگر ہم اسلام کو دیکھیں تو اس میں انفرادی زندگی کے بھی تمام گوشے شامل ہیں اور اجتماعی زندگی کے بھی۔انفرادی زندگی میں سب سے پہلے عقیدہ توحید ہے۔اس کائنات کا ایک ہی رب ہے،اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے۔اسی نے سب کو پیدا فرمایا ہے۔فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ﴾ ''اے لوگو اپنے اس رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے پھیلا دیے (زمین میں) کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں۔'' (النساء:1)

اللہ ہی نے سب کچھ پیدا کیا ہے اور اس نے انسان کے لیے اتنی بڑی بڑی نعمتیں بنائی ہیں کہ ان کو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا۔اس کے بعد عبادات ہیں جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ۔اس کے بعد رسومات ہیں جیسے قربانی، نکاح، عقیقہ وغیرہ۔اسی طرح اسلام کے اجتماعی گوشوں میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام بھی شامل ہے۔گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں مذہب بھی شامل ہے لیکن اصل میں اسلام دین ہے۔یعنی اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔اسی لیے فرمایا:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۭ﴾ ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اتمام فرما دیا ہے اپنی نعمت کا اور تمہارے لیے میں نے پسند کر لیا ہے اسلام کو بحیثیت دین کے۔''

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس روز یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی تھی تو اس دن یہودیوں نے افسوس کیا تھا اور مسلمانوں سے کہا تھا کہ اگر یہ آیت ہمارے نبی (حضرت موسیٰؑ) پر نازل ہوئی ہوتی تو جس دن یہ نازل ہوتی اس دن کو ہم اپنے لیے سب سے بڑے جشن کے طور پر مقرر کرتے۔

خلاصۂ کلام: اسلام میں جس طرح انفرادی زندگی کے تین گوشے ہیں یعنی عقیدہ، عبادات اور رسومات، اسی طرح اجتماعی زندگی کے بھی تین گوشے ہیں یعنی سیاست، معیشت اور معاشرت۔اسلام کے سیاسی نظام کی بنیاد اس عقیدہ پر ہے کہ حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔ہم اس کے امین اور نائب ہیں۔خلیفہ کا لفظ نیابت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔نائب وہ ہوتا ہے جو بادشاہ کے قانون کو نافذ کرتا ہے۔یعنی خلیفہ کا مطلب ہے اپنے اُوپر بھی اور مملکت میں بھی اللہ کے قانون کو غالب و نافذ کرنے والا۔اسی طرح اسلام کے معاشی نظام کی بنیاد بھی اس عقیدے پر ہے کہ دنیا میں ہر چیز کا مالک صرف اللہ ہے، سب کچھ اُسی کا دیا ہوا ہے اور اُسی کے حضور ہم نے ہر چیز کا حساب دینا ہے۔گویا دنیا میں ہم اس کے امین ہیں۔

اسلام کے معاشی نظام کے دو نمایاں پہلو ہیں۔ایک خالصتاً قانونی اور فقہی پہلو ہے جس میں زکوٰۃ، عشر کا نظام شامل ہے۔کوئی شخص اگر صاحبِ نصاب ہے اور مسلمان ہے تو اسلامی حکومت اس سے یہ چیزیں جبراً وصول کرے گی۔یہی وجہ ہے کہ دورِ خلفائے راشدین میں لوگ اپنی زکوٰۃ لے کر پھرتے تھے لیکن اس کو کوئی قبول کرنے والا نہیں ملتا تھا۔اس کے بعد اسلام کے معاشی نظام کا ایک روحانی اور اخلاقی پہلو بھی ہے اور اس کی بنیاد بھی اس عقیدے پر ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے میں اس کا مالک نہیں ہوں بلکہ امین ہوں اور یہ سب کچھ اللہ کی امانت ہے۔نتیجتاً اس کے دل میں جذبہ پیدا ہوگا کہ اللہ کے دیے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں ہی کیوں نہ خرچ کیا جائے۔لہٰذا صدقات و خیرات کے ذریعے اس مال کا کچھ حصہ غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں تک بھی پہنچے گا۔اسلام کے

دعوتِ فکرِ اسلامی مہم

تنظیمِ اسلامی کا پیغام — نظامِ خلافت کا قیام

بانیٔ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

امیر تنظیم: حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ

ہمارا طریقہ ولائحہ عمل:
سیرت مطہرہ اور محمدی ﷺ
طریقہ انقلاب سے ماخوذ ہے

تنظیمِ اسلامی
www.tanzeem.org

اس روحانی پہلو کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا:

﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ﴾ ’’یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجیے جو بھی تم خرچ کرو مال و اسباب میں سے تو والدین، رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے (خرچ کرو)۔‘‘ (البقرۃ:215)

یہ اسلام کا اخلاقی اور روحانی پہلو ہے۔ جس میں کوئی قانون آپ کو تنگ یا مجبور نہیں کرتا بلکہ انسان خود اپنے احساس کے تحت دوسروں پر مال خرچ کرتا ہے۔ البتہ اسلامی معاشی نظام کا جو قانونی پہلو ہے وہاں قانون ضرور آپ سے پوچھے گا کہ اگر آپ صاحب نصاب ہیں تو زکوٰۃ کیوں نہیں دی۔ اسی طرح زکوٰۃ نہ دینے پر آپ اللہ کے ہاں بھی مجرم ٹھہریں گے۔ لیکن صدقہ و خیرات کے معاملے میں کوئی حد نہیں۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر نفیر عام تھی۔ سب کو نکلنے کا حکم تھا اور مال میں سے بھی جو شخص جتنا دے سکتا تھا اُتنا دے رہا تھا۔ مگر اس مقام پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی پہنچ سکتے تھے کہ گھر میں جو کچھ تھا وہ لا کر حضور ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا۔

معاشی نظام میں بدترین شے سود ہے۔ جبکہ اسلام کا معاشی نظام سب سے زیادہ سود کے خلاف ہے۔ سود کے بارے میں اللہ کا غیظ و غضب بہت زیادہ بھڑکتا ہے۔ فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾﴾ (البقرہ)

’’اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود میں سے جو باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو اگر تم واقعی مؤمن ہو۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو پھر اصل اموال تمہارے ہی ہیں۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔‘‘

ایسی سخت وعید کسی دوسرے گناہ کے لیے نہیں آئی جتنی سود کے حوالے سے آئی ہے۔ کیونکہ سود ایک ایسا ناسور ہے جو معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے اور انسانیت کو اس کے اصل مرتبہ و مقام سے گرا کر حیوانیت کی سطح پر لے جاتا ہے۔ سود کے بعد اسلام کے معاشی نظام میں بہت سی دوسری چیزیں بھی حرام قرار دی گئی ہیں۔ جیسا کہ ذخیرہ اندوزی، جھوٹ، فریب اور مکر کے ساتھ مال بیچنا، فحش چیزوں کو فروخت کرنا یا فحاشی کے ذریعے اپنا مال بیچنا جیسا کہ آج کل مصنوعات ایسے اشتہاروں کے ذریعے بیچی جاتی ہیں جن میں فحاشی و عریانی جیسی برائی دعوت دینے کی حد تک موجود ہوتی ہے۔ اسلام کا معاشی نظام ان سب چیزوں سے منع کرتا ہے اور روکتا ہے۔ اسی طرح اسلام میں ذخیرہ اندوزی بھی ایک بہت بڑا گناہ اور انسانیت کے خلاف سنگین جرم ہے۔ اسی طرح سٹہ، جوا، لاٹری وغیرہ کو بھی اسلام میں حرام قرار دیا گیا۔ یہ سب چیزیں معاشرے کو تباہ کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ اسلام اسراف و تبذیر، نمائش اور عیاشیوں سے بھی منع کرتا ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾﴾ ’’یقیناً مال کو فضول اڑانے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔ اور یقیناً شیطان اپنے رب کا بہت ہی ناشکرا ہے۔‘‘ (بنی اسرائیل)

اسی طرح اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیاد بھی اس اصول پر ہے کہ معاشرے میں قانون صرف اللہ کا نافذ ہونا چاہیے۔ اس کے احکامات کے مطابق معاشرتی اقدار و روایات قائم ہوں اور اس کے حکم کی خلاف ورزیوں اور سرکشیوں کے تمام تر راستے مسدود کیے جائیں۔ معاشرتی نظام میں ہمارا دین ہمیں شرم و حیا سکھاتا ہے۔ معاشرہ کی بنیادی اکائی فرد ہے۔ ایک مرد اور ایک عورت کے باہمی بندھن سے خاندان وجود میں آتا ہے اور خاندان سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ ہمارے دین نے مرد اور عورت کے لیے الگ الگ دائرہ کار معین کیے ہیں، ہر ایک کی الگ الگ ذمہ داریاں ہیں۔ اسی حساب سے ان کی جسمانی بناوٹ بھی بنائی ہے اور خاندان کا نظام چلانے کے لیے باقاعدہ نظم قائم کیا ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ ’’مرد عورتوں پر حاکم ہیں‘‘ (النساء:34)

اللہ نے مرد کو خاندان کا سربراہ مقرر کیا ہے، خاندان کی کفالت کرنا، اس کے لیے محنت مشقت کرنا اور خاندان کو سرد گرم سے محفوظ بنانا مرد کا کام ہے۔ جبکہ عورت کی ذمہ داری اولاد کی پرورش اور بہترین تربیت ہے۔ یعنی ہمارا دین ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ اس سے باہر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے ہمہ گیر تصور کو سمجھنے اور اس پر عمل درآمد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

تنظیم اسلامی کا پیغام
سیمینار
نظام خلافت کا قیام

مقبوضہ کشمیر کیسے آزاد ہوگا؟

کے عنوان سے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے زیر صدارت

یکم ستمبر 2019 بروز اتوار صبح 10:30 بجے

مقررین:
☆سینئر مشاہد حسین سید ☆اوریا مقبول جان ☆محمد عبداللہ گل ☆مرزا ایوب بیگ

بمقام: قرآن آڈیٹوریم 191 اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

خواتین کی باپردہ شرکت کا اہتمام ہے

www.tanzeem.org

بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ
تنظیم اسلامی
امیر تنظیم حافظ عاکف سعید

RSS اور BJP کے لوگ انسان دشمن لوگ ہیں۔ ان کی سوچ یہ ہے کہ تمام دنیا میں سب کو مار دو، بس صرف ہندو زندہ رہے اور عملی طور پر ہندوستان میں وہ یہی کر رہے ہیں: ایوب بیگ مرزا

کشمیریوں سمیت بھارتی مسلمانوں کو اقوام متحدہ، انسانی حقوق کی کسی تنظیم یا پاکستان سے کوئی خاطر خواہ زمینی سپورٹ نہیں مل سکے گی۔ ان کو اپنے حقوق کے لیے خود کھڑا ہونا پڑے گا: رضاء الحق

"کیا کشمیر آزاد ہو گا؟" کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: بھارت کی اسمبلی نے کشمیریوں کے خلاف جو قرارداد پیش کی ہے وہ کتنا بڑا جرم ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس ساری صورت حال کو سمجھنے کے لیے ہمیں پہلے ہندو ذہنیت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان سے مراد ہندوؤں کے رہنے کی جگہ لی جاسکتی ہے لیکن کوئی ملک ایسا نہیں ہوتا جس میں کسی خاص قوم اور خاص مذہب کو ہی زندہ رہنے کا حق ہو۔ اسلام بھی اقلیتوں کے مکمل تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ دنیا بھی اس اصول کو مانتی ہے، عمل کس حد تک کرتی ہے یہ دوسری بات ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہندو یہ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کا مطلب صرف ہندوؤں کے رہنے کی جگہ ہے۔ ان کے مطابق کسی غیر ہندو کو وہاں رہنے کا حق ہی نہیں ہے۔ اس وقت وہاں مسلمانوں کے ساتھ جو ناروا سلوک جاری ہے، وہ اس لیے بھی ہے کہ آج امت مسلمہ بہت کمزور حالت میں ہے وگرنہ انہوں نے عیسائیوں کے ساتھ بھی اچھا نہیں کیا بلکہ ہندوؤں میں کمتر ذات شودر وغیرہ سے بھی بہت برا سلوک کیا جاتا ہے۔ اگر عیسائی دنیا میں اتنے طاقتور نہ ہوتے تو ان کے ساتھ بھارت میں مسلمانوں سے بھی زیادہ بدتر سلوک کیا جاتا۔ ہندو بہت تنگ ذہن ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دو استھان؛ پاکستان یا قبرستان۔ ہندوستان نے تقسیم کے وقت جمہوریت اور سیکولرازم کا علم اُٹھا رکھا تھا۔ حالانکہ جمہوریت اور سیکولرازم کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ تمام شہریوں کو بلالحاظ مذہب و نسل مساوی حقوق دیے جائیں گے لیکن تقسیم کے بعد بھارت بتدریج ہندو ملک بنتا گیا اور آج وہ مکمل ہندو انتہا پسند ملک بن چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھارتی اپوزیشن کی طرف سے واضح کہا جا رہا ہے کہ بھارت میں جمہوریت کا قتل عام ہو چکا ہے، بھارت کے سابق وزیر داخلہ نے بھی اسمبلی میں کھڑے ہو کر یہی کہا حالانکہ وہ کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ مودی نے بھارت کی جڑوں پر کلہاڑا چلا دیا ہے۔ RSS اور بی جے پی کے لوگ انسان دشمن لوگ ہیں۔ ان کی سوچ یہ ہے کہ تمام دنیا میں سب کو مار دو بس صرف ہندو زندہ رہے اور عملی طور پر ہندوستان میں وہ یہی کر رہے ہیں۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: بھارت کے اس طرز عمل پر مغرب اور انسانی حقوق کی تنظیمیں کیوں خاموش ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اصل میں مغرب اور انسانی حقوق کی تنظیموں کے ذہنوں میں اسلام دشمنی اس قدر راسخ ہو چکی ہے کہ انہیں سب خرابیاں صرف اسلام میں نظر آتی ہیں۔ جب مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک ہوتا ہے تو ان کی آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے۔ آپ دیکھ لیں اس وقت جو ظلم کشمیر میں ہو رہا ہے، میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ دنیا میں ایسا ظلم کہیں نہیں ہو رہا۔ یہ ظلم اس وقت فلسطین سے بھی بڑھ چکا ہے اور بھارت جس قدر بے شرمی سے کلسٹر بموں اور پیلٹ گن کا استعمال کر رہا ہے اس کے اس عمل سے آج انسانیت شرمندہ ہے۔

سوال: مودی سرکار جس بدمعاشی کے انداز سے آگے بڑھ رہی ہے کیا اگلا اقدام ان کا رام مندر تو نہیں ہے؟

رضاء الحق: یہ حقیقت ہے کہ بی جے پی 1980ء کی دہائی میں سیاست میں آئی۔ اس سے پہلے اس کا militant wing آر ایس ایس ہی تھا۔ ہندو انتہا پسند پہلے بھی وہاں پر اکثریت میں رہے ہیں اور آج بھی یہ اکثریت میں ہیں۔ البتہ پہلے ان کو سیاسی سپورٹ نہیں ملا کرتی تھی کیونکہ سیاسی آواز کانگریس کی ہوتی تھی۔ پاکستان میں مذہبی جماعتوں کو ہمیشہ پیچھے دھکیلا جاتا رہا کہ ان کا تعلق دہشت گردی کے ساتھ ہے لیکن بھارت میں مذہبی انتہا پسند طبقے کو بتدریج آگے آنے کا موقع دیا گیا۔ پھر بی جے پی اسی طبقے کے ایجنڈے کو لے کر سیاست میں آئی۔ 80ء کی دہائی میں الیکشن میں انہیں صرف 3 سیٹیں ملیں لیکن چونکہ ان کو آگے لانا عالمی ایجنڈے کا حصہ تھا چنانچہ 2000ء کی دہائی میں ہی بی جے پی نے اکثریت حاصل کر کے اپنی حکومت بنا لی اور اٹل بہاری واجپائی وزیراعظم بن گئے۔ اس وقت بی جے پی نے اپنا وہ مکروہ چہرہ ظاہر نہیں کیا تھا جو اس وقت کر رہی ہے۔ آئین میں حالیہ تبدیلی کے بعد اب کشمیر کو جبری طور پر بھارت کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔ اس جبر کے خلاف بھارت کے سیکولر طبقے اور انسانی حقوق کی تنظیموں نے بھی آواز اُٹھائی ہے، اپوزیشن نے بھی بی جے پی کے اس اقدام کے خلاف آواز اُٹھائی ہے لیکن یہ اُٹھنے والی آوازیں بہت کم تعداد میں ہیں، اسی طرح بھارتی میڈیا میں بھی ایک دو چینلز کے سوا باقی تمام بھارتی میڈیا انتہا پسندوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بی جے پی کے کشمیر کے حوالے سے حالیہ اقدام کے بعد اگلا قدم بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر بھی ہو سکتا ہے لیکن آرٹیکل 370 کے ساتھ ہی اگلا آرٹیکل 371 بھی ہے، جس میں کئی مختلف علاقوں کو سپیشل سٹیٹس دیا گیا ہے۔ ان میں گجرات، آسام، منی پور، ناگالینڈ وغیرہ جیسے علاقے شامل ہیں۔ لہٰذا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اقدام انہوں نے بطور ٹیسٹ کیا ہو۔ کیونکہ ان کے

نزدیک مسلمان کی جان کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور وہ اس معاملے میں بہت جلدی میں لگتے ہیں۔ حقیقت میں تو ساری دنیا ہی اس وقت اینٹی اسلام اقدامات کرنے میں بہت جلدی کر رہی ہے۔ اسرائیل میں بھی انتہا پسند حکومت قائم ہو چکی ہے، امریکہ اور یورپ میں بھی نسل پرستی بہت بڑھ چکی ہے۔ ٹرمپ اپنی ٹونٹی ٹونٹی الیکشن مہم ریسزم کی بنیاد پر چلا رہا ہے۔ جبکہ انڈیا یہ عمل بہت بڑے پیمانے پر کر رہا ہے۔ ابھی کشمیر میں وہ بڑے پیمانے پر مسلم کش اقدامات کر رہا ہے اس کے بعد اس کا اگلا نشانہ آسام کے مسلمان ہو سکتے ہیں۔ دوسری طرف عالمی برادری منافقانہ کردار ادا کر رہی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: اگر انڈیا کے اس اقدام کو آئینی اور عدالتی لحاظ سے دیکھا جائے تو کشمیر کا بھارت کے ساتھ وہ نام نہاد الحاق ختم ہو چکا ہے جو کشمیر کے راجہ اور بھارت کے درمیان ایک معاہدہ کے تحت ہوا تھا۔ اس معاہدہ میں خصوصی طور پر یہ چیز شامل تھی کہ کشمیر کی حیثیت ایک خود مختار ریاست کی ہوگی۔ اسی طرح انڈیا نے اقوام متحدہ کی قرارداد کو بھی مسترد کر دیا ہے اور شملہ معاہدہ کی بھی تنسیخ کر دی ہے۔ گویا انہوں نے اپنی طرف سے ایل او سی کا معاملہ بھی ختم کر دیا ہے۔ لہٰذا چاہیے تو یہ ہے کہ ہمیں بھی ایل او سی کا معاملہ ختم کر دینا چاہیے۔ ہمیں بھی کہنا چاہیے کہ ہم اس ایل او سی کو نہیں مانتے۔

سوال: کیا یہ اقدام بھارت میں دوسری اقلیتوں میں بیداری کی لہر پیدا کرے گا؟

ایوب بیگ مرزا: بالکل! کیونکہ وہاں سکھوں کی خالصتان کے حوالے سے ایک تحریک پہلے سے چل رہی ہے۔ البتہ عیسائیوں کے حوالے سے ابھی تک واضح نہیں ہے کہ ان کی بھی کوئی تحریک چل رہی ہے یا نہیں لیکن دیگر کئی علیحدگی کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ جن میں منی پور، ناگالینڈ اور آسام کی تحریکیں بھی شامل ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس عمل سے مسلمانان بھارت کو اٹھنا چاہیے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اب کشمیریوں پر جہاد فرض ہو گیا ہے کیونکہ بھارت کا اب وہاں قبضہ صرف غاصبانہ اور جبری ہے۔ وہاں کے دوسرے مسلمانوں کو قائداعظم محمد علی جناح کا یہ قول یاد رکھنا چاہیے کہ ہندو نا قابل اصلاح ہے۔ قائداعظم کا ایک ویژن تھا وہ بہت ساری چیزیں وقت سے پہلے دیکھ لیتے تھے۔ آج وہ لوگ جو سیکولرازم کی بنیاد پر پاکستان میں بھی انڈیا کے حوالے سے بینرز وغیرہ لگا رہے ہیں انھیں سمجھ لینا چاہیے کہ اگر پاکستان نہ بنا ہوتا تو آج ان کا بھی وہی حشر ہو رہا ہوتا جو مقبوضہ کشمیر میں کشمیریوں کا ہو رہا ہے۔

رضاء الحق: ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ بھارت کے اس اقدام کے کیا منطقی انجام ہو سکتے ہیں۔ ایک تو علاقائی تبدیلیاں کچھ اس طرح کی آ رہی ہیں کہ افغان طالبان کے ساتھ امریکہ کے مذاکرات ہو رہے ہیں۔ ان میں افغان طالبان کا پلڑا بھاری ہے اور وہ عنقریب وہاں پر اپنا کنٹرول حاصل کر لیں گے۔ اس سے پہلے امریکی کشمیر کا ایشو حل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ پلوامہ واقعہ کی طرح کا ایک سانحہ کروا کر یہاں جھڑپیں شروع کروا دی جائیں گی اور ساتھ ہی امن فوجیں کشمیر میں داخل کروا دی جائیں گی۔ کیونکہ چائنہ نے لداخ کے معاملے پر بہت ناراضی کا اظہار کیا ہے۔ بہرحال جس طرح کے حالات پیدا ہو رہے ہیں ان کے تناظر میں مستقبل میں امن کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے۔ بالخصوص ہمارے علاقے میں

> **اسرائیل کے لوگ 1990ء سے کشمیر میں آ کر بھارتیوں کو ٹریننگ دے رہے تھے کہ کس طرح کسی مقبوضہ علاقہ کو کنٹرول میں لیا جاتا ہے۔**

انتشار نظر آ رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کشمیر کا معاملہ مسلم ممالک، امریکہ اور اسرائیل کی آشیر باد کے بغیر نہیں اُبھرا کیونکہ امریکہ نے یہ کہا ہے کہ ہمیں معلوم تھا کہ انڈیا میں کچھ ہونے والا ہے۔ ایک بات تو واضح ہے کہ کشمیریوں سمیت بھارتی مسلمانوں کو اقوام متحدہ، انسانی حقوق کی کسی تنظیم یا پاکستان سے کوئی فوجی سپورٹ نہیں مل سکے گی۔ البتہ اخلاقی اور ڈپلومیٹ سپورٹ ملے گی۔ ان کو اپنے حقوق کے لیے خود کھڑا ہونا پڑے گا۔ قوموں پر ایسے مواقع آیا کرتے ہیں جہاں وہ دوراہے پر آ جاتی ہیں اور انہیں دو میں سے ایک فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح بھارتی مسلمانوں کو بھی اب فیصلہ کرنا ہوگا کہ انہوں نے بھارت میں غلام بن کر رہنا ہے یا پھر ہندوستان میں اپنے جائز حقوق حاصل کرنے ہیں۔

سوال: اس وقت ہندوستان میں باقی مسلمانوں کی صورتِ حال کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس وقت وہاں کے مسلمانوں کی بحیثیت مجموعی صورتِ حال اچھی نہیں ہے۔ البتہ جس طرح کی صورتحال کشمیر کی ہے اس طرح کی بھارت کے باقی علاقوں میں نہیں ہے۔ وہ دبے ہوئے ہیں اور حق بات کہنے سے قاصر ہیں۔ جہاں تک پلوامہ جیسے واقعہ کا دوبارہ ہونے کا خطرہ ہے اس حوالے سے عمران خان نے پارلیمنٹ میں تقریر کی۔ اس سے دنیا کی اور انڈیا کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ انہوں نے واضح انداز میں کہا ہے کہ اگر دنیا نے بھارت کو نہ روکا تو دنیا سن لے کہ اس کے بعد تباہی صرف اس خطے کی نہیں ہوگی بلکہ اس تباہی کے اثرات پوری دنیا محسوس کرے گی۔ عمران خان کی تقریر کا انگریزی میں ترجمہ کر کے وائٹ ہاؤس بھیج دیا گیا ہے۔

سوال: کشمیر کے مسئلہ پر پاکستانی حکمرانوں میں سے کس کا مؤقف زیادہ مضبوط رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: کشمیر کے حوالے سے ہمارا مؤقف یہی رہا ہے کہ اقوام متحدہ کی 1948ء کی قراردادوں کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ اس حوالے سے تاریخی جائزہ لیں تو حسین شہید سہروردی پہلے وزیراعظم تھے جنہوں نے مسئلہ کشمیر کو اس زوردار انداز سے اُٹھایا کہ انڈیا میں تہلکہ مچ گیا کہ یہ شخص کچھ کرنے والا ہے۔ اس کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے بھی کشمیر پالیسی پر اچھا کام کیا۔ ان کے بعد پھر موجودہ حکومت نے اس مسئلے کو خوب اُجاگر کیا ہے۔ برطانیہ میں ایسی نمائش کا اہتمام کیا کہ جس میں کشمیریوں پر ہونے والے مظالم دکھائے گئے اور پھر وہاں پر ایک ریلی نکالی گئی، حالانکہ بھارت نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ برطانیہ کی حکومت ایسا نہ کرنے دے لیکن وہ ناکام ہوا۔ پھر یو این او کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے بہت اچھے اور موثر انداز سے اس مسئلہ کو اُٹھایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بھارت نے اسی ڈپریشن اور جلدی میں یہ قدم اُٹھایا ہے کہ موجودہ پاکستانی حکومت اس مسئلہ کو زوردار انداز میں اٹھا رہی تھی اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ بات کسی اور طرف چلی جائے۔

سوال: بھارت کشمیر کے مسئلہ پر اسرائیل کو فالو کر رہا ہے لیکن اسرائیل کے سامنے تو بہت سے مسلم ممالک سرنڈر کر چکے ہیں کیا بھارت کے خلاف مسلم ممالک آواز اُٹھائیں گے یا بھارت نے ان کو اپنے کنٹرول میں کیا ہوا ہے؟

رضاء الحق: آپ کا سوال بہت اہم ہے۔ اسرائیلی ماڈل تو بھارت 1990ء سے فالو کر رہا ہے کیونکہ اس وقت سے اسرائیل کے لوگ یہاں کشمیر میں آ کر ٹریننگ دے رہے تھے کہ کس طرح کسی مقبوضہ علاقہ کو کنٹرول میں لیا جاتا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ اسرائیل کے ساتھ عالمی قوتیں جس طرح سپورٹ کر رہی ہیں کہ اس کی وجہ سے وہ اس وقت مشرق وسطیٰ میں ایک بہت بڑی قوت بن چکا

ہے۔ وہ فلسطین میں اپنی بستیاں بھی بنا رہا ہے اور عالمی ادارے اور عرب ممالک اس پر کوئی اعتراض نہیں کر رہے۔ بھارت بھی کشمیر میں بستیاں بنانے کا پروگرام بنا چکا ہے لیکن وہ اسرائیل کی طرح کامیاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کو دوسرے ممالک کی اتنی سپورٹ حاصل نہیں ہے جتنی کہ اسرائیل کو حاصل ہے۔ اسرائیل نے اپنا پروگرام 1917ء سے شروع کیا تھا۔ اس وقت فلسطین کا علاقہ برطانیہ کے قبضے میں تھا۔ لیکن آج کی دنیا مختلف ہے۔ خاص طور پر نائن الیون کے بعد دنیا کے سیاسی اور عسکری حالات بہت بدل گئے ہیں۔ خاص طور پر جنگی حکمت عملی میں بہت تبدیلی آئی ہے۔ اس حوالے سے افغان طالبان کی مثال بہت نمایاں ہے کہ کس طرح انہوں نے دنیا بھر کی عالمی طاقتوں کو ناکوں چنے چبوا دیے۔ جبکہ انڈیا میں تو مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ جس طرح کے حالات بن رہے ہیں انڈیا میں گوریلا وار بڑھے گی اور انڈیا اس طرح کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا جس طرح اسرائیل نے کی ہے۔ یہودیوں کا تو ایک نظریہ ہے کہ ان کا مسایاح آئے گا اور وہ یروشلم میں بیٹھ کر پوری دنیا پر حکمرانی کرے گا۔ اس لیے انہوں نے پوری دنیا کی طاقتوں کو اپنے مٹھی میں کر لیا ہے جبکہ ہندوؤں کی سوچ صرف ہندوتوا تک محدود ہے اور یہ صرف ایک علاقے تک محدود ہے۔ لہٰذا اسرائیل ماڈل انڈیا میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔

ایوب بیگ مرزا: کہتے ہیں کہ نقل کے لیے بھی عقل چاہیے۔ اسرائیل کے پیچھے امریکہ ہے، یورپ ہے۔ ان کا اپنا ایک نظریہ ہے اور اس کے ساتھ ان کی کمٹمنٹ ہے۔ وہ جس جرأت کے ساتھ اپنے نظریہ کو فالو کر رہے ہیں وہ جرأت ہندوؤں میں نہیں ہے۔ میں علی الاعلان کہوں گا کہ وہ انتہائی بزدل قوم ہے اور ہر معاملے میں پیسے کا حساب پہلے کرتی ہے۔ یہودی اپنے مقصد کے لیے کیا کچھ نہیں چھوڑ کر ایک صحرا میں آ گئے۔ جبکہ ہندو کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ ہندوؤں کے لیے کشمیر میں اگر مناسب انتظامات بھی کر دیے گئے تو پھر بھی وہ کشمیر میں نہیں آئیں گے اور ہمیشہ خوفزدہ رہیں گے۔

سوال: پاکستان کو مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

ایوب بیگ مرزا: ایک تو رسمی باتیں ہوتی ہیں کہ ہم ان کی اخلاقی حمایت کریں گے، سفارتی مدد کریں گے وغیرہ۔ یہ سب کچھ ضرور کریں۔ سفارتی سطح پر بھارت کی ریاستی دہشت گردی کو بے نقاب کریں، دوسرے ملکوں سے تعلقات بڑھا کر ان سے اس مسئلے کے حل کے لیے تعاون حاصل کریں۔ لیکن حقیقت میں کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ کشمیری جس مقصد اور جس نظریے کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں، اس مقصد اور نظریے کو پاکستان میں مستحکم کیا جائے۔ یعنی کشمیریوں کا سب سے مقبول نعرہ ہے ''پاکستان سے رشتہ کیا: لا الٰہ الا اللہ''۔ لیکن اور یہ بہت بڑا لیکن ہے کہ اگر پاکستان میں لا الٰہ الا اللہ عملی طور پر نافذ نہ ہوا تو یہ رشتہ کیسے قائم ہوگا؟ ہمیں وہ بنیادی کام کرنے کی ضرورت ہے جس نعرے پر پاکستان بنا تھا، اسی کی بنیاد پر کشمیری بھی ہم سے رشتہ استوار کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں سب سے زیادہ اس بنیاد کو پکا کرنے کی ضرورت ہے۔ ٹھیک ہے سفارتی اور اخلاقی مدد بھی فوری کرنے کا کام ہے ضرور کریں مگر مستقل بنیادوں پر اپنے نظریے کو لاگو کرنا اصل کام ہے۔ پاکستان کا استحکام ممکن ہی نہیں ہے جب تک یہ کام نہیں ہوگا۔

سوال: پاکستان کو احتجاج کے طور پر نہ صرف بھارت سے سفارتی تعلقات منقطع کرنے چاہئیں بلکہ اپنی فضائی حدود میں انڈین پروازوں پر بھی پابندی عائد کر دینی چاہیے۔ آخر پاکستان ایسا کیوں نہیں کر رہا؟

> مقبوضہ کشمیر میں بھی گوریلا وار کا آغاز ہوسکتا ہے اور بھارت کو بھی کشمیر میں ایسی ہی ذلت آمیز شکست ہو سکتی ہے جیسے امریکہ کو افغانستان میں ہوئی ہے۔

رضاء الحق: بالکل میں آپ سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں کہ پاکستان کو ایسا ہی کرنا چاہیے بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ پاکستان کو بھارت کے ساتھ تجارتی تعلقات بھی منقطع کر دینے چاہئیں۔ خاص طور پر پاکستان کی بنی ہوئی مصنوعات جن پر دبئی میں جا کر بھارت اپنی چھاپ لگا کر بیچتا ہے، جیسے چاول ہیں اور پاکستانی نمک ہے جس کو بھارت پاکستان سے سستے داموں خرید کر ساری دنیا کو بیچتا ہے۔ یہ تو پاکستان کو فوری طور پر کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ پاکستان کے پاس بہت اچھا موقع ہے کہ اگر انڈیا لائن آف کنٹرول پر کوئی چھیڑ چھاڑ کرتا ہے تو پاکستان آگے بڑھ کر اس کا ایسا جواب دے کہ جس سے تحریک آزادی کشمیر کو مزید تقویت ملے۔

ایوب بیگ مرزا: اس حوالے سے حکومت نے ایک اعلان کیا ہے، اللہ کرے کہ وہ اس پر عمل درآمد بھی کرے۔ اعلان یہ ہے کہ حکومت اس حوالے سے ایک کمیٹی تشکیل دے گی جس میں اعلیٰ ترین عسکری و سیاسی قیادت شامل ہو گی۔ یہ کمیٹی کشمیر کے حوالے سے لائحہ عمل طے کرے گی۔ اس کے علاوہ کور کمانڈرز کانفرنس میں جو بات کی گئی ہے وہ بھی ہمارے لیے کافی حوصلہ افزاء ہے کہ بھارت سن لے کہ ہم اس معاملے میں کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔

سوال: پاکستان میں ایک طبقہ تھا جو امن کی آشا کا راگ الاپ رہا تھا اور پاک بھارت دوستی کے ترانے گا رہا تھا وہ اب کہاں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ ان سے بات کر کے دیکھ لیجیے! وہ اب بھی یہی کہیں گے کہ اس میں اب بھی پاکستان کا قصور ہے۔ یعنی جو کچھ کشمیر میں ہو رہا ہے اس کا ذمہ دار پاکستان ہے یعنی بھارت کے اندرونی معاملے میں مداخلت کی جا رہی ہے۔ ایسے عناصر کے لیے آپ دعا ہی کیجیے۔

❀❀❀

> قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ سکھر کے مبتدی رفیق محترم محمد محمود طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔

برائے تعزیت (بیٹا): 0333-7172742

☆ پشاور غربی کے ملتزم رفیق محترم حیدر علی کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0321-9032716

☆ صادق آباد کے ملتزم رفیق محترم عبدالجبار کا بارہ سالہ بیٹا ٹرین کی زد میں آ کر شہید ہو گیا۔

برائے تعزیت: 0300-8033514

☆ صادق آباد کے مبتدی رفیق محترم فیض الحسن کی اہلیہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0308-6777262

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)۔ قارئین سے بھی مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

کشمیر سے یک جہتی

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

حج، قربانی، عیدالاضحیٰ کے ساتھ ہی یوم آزادی چلا آیا۔ ذوالحج کا مقدس عشرہ، تکبیر تشریق اور لبیک کی گونج لیے آتا۔ ہم نے 27 رمضان (یوم آزادی 1947ء) سے نظریں چرا کر 14 اگست کو آزادی منانے کا دن طے کیا...... تاکہ آزادی کا بے محابا اظہار ممکن ہو۔ (لیلۃ القدر اور جبریل امینؑ کے نزول کی راتوں میں نہ میوزیکل شوز ممکن ہوتے، نہ پٹاخے اور سائیلنسر پھاڑ خوشی منائی جا سکتی) مگر اس مرتبہ عید قربان ساتھ نتھی ہوگئی۔ رہی سہی کسر یوں نکل گئی کہ غیر متوقع طور پر کشمیر کی خونچکاں کہانی ضمیر اور ایمان بن کر آن کھڑی ہوئی! شاید کشمیر پر 5 اگست کو اچانک غاصبانہ حملے کے بعد عید قربان ہماری تربیت کے لیے تھی۔ قربانی نام ہے قرب حاصل کرنے کے لیے محبوب ترین کی خاطر کمتر جان کر کسی محبوب شے کے قربان کر دینے کا۔ یہ تو دستبرداری ہے محبوبات نفس سے۔ رب تعالیٰ کی اطاعت، تسلیم و رضا، ایمان کی قیمتی متاع کی خاطر ہی تو ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام نے بڑھاپے میں اتر آنے والے چندے آفتاب و ماہتاب، محبوب بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دی تھی! ہم نے بھی بحمد اللہ 67 لاکھ جانور اس سال قربان کیے۔ قربانی کرتے ہوئے، تکبیر پڑھتے، یہ کہتے کہ ''میری نماز، میری قربانی (تمام مراسم عبودیت) میرا جینا میرا مرنا اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہیں''۔ رگ و پے میں ایمان کا کرنٹ تو دوڑا ہوگا؟ شعوری طور پر محبوبات نفس کو اللہ کی چوکھٹ پر قربان کر دینے کا حوصلہ تو اٹھا ہوگا۔ عید کے دن (محبوب) نافرمانیوں پر بھی چھری پھیرنا سچی توبہ کرنا عبادت ہے، ورنہ تو نری قصابی یا بے روح رسمی عبادت رہ جاتی ہے، باربی کیو، قورمے بھری۔ بقول اقبالؔ:

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

جذبے ساتھ ساتھ آزمائے بھی جاتے رہے۔ کشمیر، پاکستان کے وجود ہی کا ایک حصہ، گویا جگر گوشہ، کس حال میں تھا؟ آج دو ہفتے سے زائد ہونے کو ہیں، کشمیر ایک بڑی جیل بن چکی ہے۔ غزہ ہی کی دوسری تصویر۔ خالی سڑکیں، خاردار تاریں، محصور آبادی، 7 لاکھ فوج کے نرغے میں، کرفیو کی زد میں۔ پوری دنیا سے مواصلاتی رابطے منقطع۔ خوراک، طبی ضروریات؟ انسان بند دروازوں کے پیچھے مقید؟ مودی نے عالمی ضمیر کے سامنے ایک بھاری سوال رکھ دیا ہے۔ وہی ضمیر جو مسلمانوں کیلئے 2001ء میں ہی بھنگ پی کر سو رہا تھا۔ بہت چیخ و پکار ہو تو ایک (دجالی) نیم وا آنکھ سے دیکھتا ہے اور کروٹ بدل کر پھر سو جاتا ہے۔ اقوام متحدہ اور ذیلی ادارے؟ یہ صرف اعداد و شمار جاری کرنے کا ادارہ ہے۔ 4 سال یمن جنگ کا تماشا دیکھتا رہا۔ اب بولا ہے کہ: ''سوا تین لاکھ افراد ہلاک ہو گئے، مزید تشدد ناقابل قبول ہے''۔ سو آپ بھی مودی حملے کے بعد چار سال تو انتظار کیجیے، ابھی سے توقعات کیا لگانی؟

بھارتی جمہوریت کا کریہہ چہرہ خود بھارتی صحافیوں نے کشمیر کے دورے کے بعد پریس کانفرنس میں دکھایا ہے۔ صحافی کویتا کرشن نے کہا: جو کہتا ہے، کشمیر کے حوالے سے "All is not well, all is hell" کہ سب ٹھیک ہے، نہیں! سب جہنم (زار) ہے! میمونہ مولہ نے کہا: ''کشمیر پر قبضہ ختم کرو۔ یوں کام نہیں چلے گا۔ عوام اور پریس کی آواز دبا رکھی ہے، گلا گھونٹ رکھا ہے۔ یہ سب ختم کرو۔ 370 اور 35-A واپس لاؤ۔ علاقے کو جمہوریت واپس دو''۔ صحافیوں کے گروپ نے عید کے دن کی کئی وڈیوز لیں جن کے مطابق سڑکوں پر ہو کا عالم تھا۔ نمازِ عید، قربانی، ضروریاتِ زندگی، رابطے سب سے محرومی!

ہم نے کشمیر کے لیے کیا کیا؟ یک جہتی کے لیے پوری رات 14 اگست چھتوں، گراونڈوں پارکوں میں پٹاخے پھاڑے، بگل بجائے، سائیلنسر پھاڑ موٹر سائیکلوں کا اودھم مچایا...... اتنا کہ یہ ساری آوازیں سرحد پار تک جا رہی ہوں گی۔ یک جہتی کی آوازیں۔ ہم ایک جذباتی قوم ہیں۔ بیانوں، بڑھکوں، چوکوں چھکوں کے ہنگاموں کے پروردہ ہیں۔ بھارت کی طرف سے کھڑے کیے بھاری چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے ایک کلومیٹر طویل 35 فٹ چوڑا جھنڈا کے پی کے میں (جس سے کئی مفلسوں کے تن ڈھانپے جاتے!) تیار کیا۔ جذبوں کے اظہاریئے میں ہر چھوٹے بڑے ادارے میں کیک کاٹے گئے۔ پاکستان کے جھنڈے کا کیک بنا کر ہم نے ہر جگہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا لیا۔ (شگون ہم لینا تو نہیں چاہتے، لیکن اس جھنڈے کا ہڑپ کیا جانا؟) اسی پر بس نہیں، ہم نے بڑے بڑے جھنڈے ہر جا لہرائے۔ سب سے عجیب منظر اسلام آباد میں سی ڈی اے کی بھاری بھرکم کچرا گاڑی، جس پر بدبودار کچرا لدا تھا اور اوپر سبز ہلالی پرچم لہرا رہا تھا! شاید یہ ہمارے یوم آزادی تقریبات پر رواں تبصرہ بھی تھا۔

ہر اک لچر سی چیز کو کلچر کا نام دو!
عریاں کثافتوں کو ثقافت کہا کرو

''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ'' کی پکار پر یہ ہجرتیں ہوئیں۔ لاکھوں جانوں (عورتوں معصوم بچوں بوڑھوں سمیت) کی قربانی، ہزاروں بے بس لڑکیاں جو مشرقی پنجاب میں رہ گئیں شناخت کھو بیٹھیں۔ لاکھوں کی آبادی، ناچتی گاتی بگل بجاتی، پٹاخے پھاڑتی، راگ الاپتی، فلموں، ڈراموں، کرکٹ کی چاہ میں، در بدر خاک بسر تو نہ ہوئی تھی۔ یہ بھاری قربانی صرف کلمے کی پکار نے وصول کی تھی! سچے ایمانی جذبوں پر جان، مال، اولاد قربان کرنا ممکن ہے، یہی ذی الحج کی تربیت ہر نسل نے پائی تھی۔ اسی کے بل پر جدید تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت ہوئی تھی۔ صبح آزادی کے آفتاب کی کرنوں کو اپنے لہو سے رنگین کیا تھا!

آزادی کی قیمت کشمیریوں سے پوچھیئے، جو ایک لاکھ شہید ہو چکے ہیں پاکستان کے جھنڈے لہرا کر پکارتے۔ پاکستان سے رشتہ کیا؟ لا الٰہ الا اللہ! ہم نے جوابا لاہور آرٹس کونسل کے تحت 14 اگست کو زبردست موسیقی کے پروگرام کا اہتمام کیا۔ پشاور نشتر ہال میں گیٹ توڑ، کھڑکی توڑ رش بھرا میوزیکل ورائٹی شو ہوا۔ ابھی تو فضا کشمیر نے سوگوار کر رکھی تھی، ورنہ نجانے اور کیا کیا ہوتا! اسی دوران قبل از عید، مشرف کے ارب پتی کزن (بجا طور پر ارب پتی!) نے بھارتی پاپ سٹار (گناہ کا ستارا؟) اور بالی وڈ گویے امریک سنگھ (میکا) کے چودہ رکنی طائفے کو بیٹی کی شادی پر ''پرفارم'' کرنے کی دعوت دی۔ (یہ ہماری کشمیر پر، پرفارمنس ہی کی ایک جہت ہے) ڈیڑھ لاکھ ڈالر اور پورے طائفے کے لیے فرسٹ کلاس کے ٹکٹ دیئے گئے۔ تمام سرکاری اداروں، وزارتوں نے کلیئرنس دی اور راتوں رات پاکستانی ہائی کمشن نے ویزے دیئے۔ کشمیر المیے کے علیٰ الرغم صوبائی گورنر نے استقبال کیا۔ تاہم

ہمارے سرکاری بیانات دھواں دھار ہے۔

مراد سعید، وفاقی وزیر مواصلات نے معرکۃ الآراء بیان دیا: ''مودی! تم نے کوئی چالاکی کی تو ہر نوجوان ٹیپو سلطان ہے اور وزیر اعظم عمران خان ہے!'' ہمارے نوجوان تو جانتے ہی نہیں ٹیپو سلطان کون تھا! (اور عمران خان! کیا باؤنسر ماریں گے مودی کو؟) ٹیپو سلطان تو شیر میسور تھا۔ اور ہمارا جوان؟ مگر تم کیا ہو......؟ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر ٹھمکا ہو! آہ شیر میسور! انگریز کے خلاف جہاد کرنے میں 16 سال کی عمر سے لے کر 48 سال کی عمر تک اپنے جسم و جان کی تمام توانائیاں لگا کھپا کر جام شہادت نوش کرنے والا۔ جس کی فرنگی پر دہشت کا یہ عالم تھا کہ ٹیپوؒ کے جسد خاکی کے قریب آتے بھی کتنی دیر ڈرتے لرزتے رہے! حقیقی دہشت گرد! عظیم مجاہد! (اس اصطلاح کی حقیقی وجہ تسمیہ بھی تو یہی ہے!) ٹیپو کی شہادت پر جنرل ہیرس خوشی سے چلایا: ''آج سے ہندوستان ہمارا ہے''۔ وہ جو انگریز کے ہندوستان پر قبضہ کی راہ میں کوہ گراں تھا! اور یہاں؟ ہمارے سبھی حکمرانوں کا میکہ اسی فرنگی کا برطانیہ ہے! پاکستان سے ان کا رشتہ سسرالی ہے! ہماری مماثلتیں تو ٹیپو کی جدوجہد میں غداروں، ضمیر فروشوں، پیٹھ میں قدم قدم چھرا گھونپنے والے میر صادق، پورنیا اور بدرالزمان نائطہ جیسے سلطان کے امراء سے ہیں۔ سلطان ٹیپو تو دین کا شیدائی، پکا نمازی تھا۔ سرنگا پٹم کی شاندار نئی مسجد کی پہلی نماز کے لیے جب طے ہوا کہ امامت صاحب ترتیب کروائے (جس کی کبھی نماز قضا نہ ہوئی ہو) تو اتنے ہجوم میں وہ سلطان ٹیپو ہی تھا! سلطنت میں شراب اور جوئے بازی نہایت سختی سے بند تھی۔ سلطان نے میوے اور کھجور کے درخت ہی کٹوا دیئے جن سے لوگ شراب بناتے تھے۔ اگرچہ حکومت کو اس سے بھاری معاشی نقصان ہوا۔ سلطان نے عوام کی بھلائی کے لیے ضرب المثل اقدامات کیے۔ غیر ممالک سے چیزوں کی درآمد پر پابندی لگادی تھی کہ ملکی صنعت و حرفت ترقی پائے اور ملکی دولت، ملک ہی میں رہے۔ آخری وقت جان بچانے کا مشورہ دینے والے پر وہ شجاعت کا پیکر دھاڑا تھا: ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے''۔ جبکہ ہم جان بچاتے ہی تو 2001ء سے چلتے 2019ء کی سیاسی، سفارتی، معاشی، دفاعی، معاشرتی مفلسی کے اس دور میں آپہنچے! ٹیپوؒ کے وارث تو شیر کشمیر سید علی گیلانی ہیں یا وہ جو امریکہ کو مذاکرات کی میز پر بٹھانے ناکوں چنے چبوار ہے ہیں! کشمیر بھی انہی سے فتح کروالیں تو بہتر ہے!

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(08 تا 21 اگست 2019ء)

جمعرات (08 اگست) کو صبح 9 بجے ''دارالاسلام'' (مرکز تنظیم اسلامی) میں مرکزی مجلس عاملہ کے ہفتہ وار اجلاس میں شرکت کی' جو ظہر تک جاری رہا۔ جمعہ (09 اگست) کو قرآن اکیڈمی میں ضروری دفتری امور نمٹانے کے علاوہ مرکزی ناظم نشرواشاعت کی مشاورت و معاونت سے پریس ریلیز مرتب کیا۔ بعد نمازِ جمعہ قرآن اکیڈمی میں کینیڈا سے آئے ایک حبیب جناب ظفر قریشی سے ملاقات رہی۔ تنظیم اسلامی کے فکر اور طریق کار پر بھرپور گفتگو ہوئی۔ نشست کے دوران مہمان نے بانی محترمؒ کی ذات' ان کے افکار اور اقامتِ دین کے لیے ان کی جدوجہد کے حوالے سے اپنی پُرخلوص عقیدت کا بھی اظہار کیا۔ ہفتہ (10 اگست) کو قرآن اکیڈمی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔

اتوار (11 اگست) سے جمعرات (15 اگست) تک عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کے باعث دفاتر بند رہے۔

جمعہ (16 اگست) کو قرآن اکیڈمی میں ضروری دفتری امور نمٹائے اور مرکزی ناظم نشرواشاعت اور ان کے معاون کے ساتھ میٹنگ کے بعد پریس ریلیز کو حتمی شکل دی۔ بعد نماز جمعہ قرآن اکیڈمی میں سعودی عرب سے آئے پانچ رفقاء (جناب جمیل احمد' جناب زبیر آغا' جناب قمرالاسلام' جناب رانا عرفان اور جناب محمد اسلم) نے امیر محترم سے ملاقات کی۔ تنظیمی امور پر کسی قدر تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی۔ ہفتہ (17 اگست) کو قرآن اکیڈمی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔ دن 11 بجے گلبرگ سے ایک حبیب جناب زرک الٰہی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ اقامتِ دین کی اہمیت اور اس کے طریق کار پر تفصیلی گفتگو رہی۔ بعد ازاں' انہوں نے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کرتے ہوئے بیعت فارم پُر کیا۔ ہفتہ کی رات طے شدہ شیڈول کے مطابق 10 بجے کی پرواز سے کراچی کے لیے روانگی ہوئی۔

اتوار (18 اگست) کو صبح 9 بجے قرآن اکیڈمی' ڈیفنس' کراچی میں حسب پروگرام تنظیم اسلامی کے جنوبی پاکستان زون کے حلقہ جات کے لیے توسیعی مشاورت کے اجلاس میں شرکت کی۔ اس موقع پر ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی اور نائب ناظم اعلیٰ (جنوبی پاکستان) جناب سید اظہر ریاض بھی موجود رہے۔ اجلاس کے اختتام پر کراچی کے ایک سینئر رفیق جناب عبدالرزاق کوڈواوی کی عیادت کے لیے ان کے گھر جانا ہوا۔ بعد ازاں' جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ سے ملاقات کے لیے پی این ایس شفاء گئے جہاں ان کی اہلیہ زیر علاج ہیں۔ اسی سہ پہر 3 بجے کی پرواز سے لاہور واپسی ہوئی۔ (مرتب: محمد خلیق)

پریس ریلیز 23 اگست 2019ء

حافظ عاکف سعید

عالمی ادارے بھارت کے خلاف عملی قدم اٹھائیں

مسلمانوں کے قاتل نریندر مودی کو متحدہ عرب امارات کا اعلیٰ ترین سویلین ایوارڈ دینا اسلام سے غداری کے مترادف ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ دنیا بھر میں انسانی حقوق کی تنظیموں بشمول جینوسائیڈ واچ اور ہیومن رائٹس واچ نے مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج کے ظلم و ستم اور قتل و غارت گری کو اپنی حالیہ رپورٹس میں بُری طرح بے نقاب کیا ہے۔ اس صورتِ حال میں عالمی اداروں کی ذمہ داری بنتی تھی کہ وہ بھارت کے خلاف عملی اقدام اُٹھائیں۔ لیکن انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ ابھی تک یہ عالمی ادارے محض بیان بیازی پر اکتفا کر رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بھارتی ریاست دہشت گردی اور انتہا پسند ہندو گروہوں کی سرگرمیاں اس حد تک پہنچ چکی ہیں کہ وہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سمیت کشمیری مسلمانوں کی نسل کُشی پر اُتر آئے ہیں اور ان کے ساتھ عقوبت خانوں میں انتہائی اذیت ناک سلوک روا رکھے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف بھارت لائن آف کنٹرول کے اُس پار سے آزاد کشمیر پر بلا اشتعال گولہ باری کر کے معصوم شہریوں کو بے دریغ شہید کر رہا ہے۔ حکومتِ پاکستان کا فرض بنتا ہے کہ وہ بھارت کی اس نوع کی مہم جوئی کا دندان شکن جواب دے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم نے اپنے ملک پاکستان میں اسلام کے نظام عدلِ اجتماعی کو بالفعل قائم اور نافذ کر کے اِسے مستحکم کیا ہوتا تو آج اللہ کی مدد و نصرت ہمارے شامل حال ہوتی اور بھارت کو مسلمانوں کے خلاف ظلم و ستم ڈھانے کی کبھی جرأت نہ ہوتی۔ ابھی بھی وقت ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کریں اور پاکستان میں مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کو اپنی ترجیح اول بنا کر اس کے لیے بھرپور جدوجہد کریں تاکہ پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنے۔ اس کے نتیجے میں اللہ کی نصرت اور تائید یقینی طور پر ہمیں حاصل ہوگی اور دشمنوں کے مقابلے میں اللہ ہمارے لیے کافی ہو جائے گا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

دعوت دین: ضرورت واہمیت

عبدالرزاق

سورۂ حٰم سجدہ کی آیت نمبر 33 میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشادگرامی ہے:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۝﴾

''اس شخص سے بڑھ کر اچھی بات کس کی ہوگی، جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی' اور اس نے نیک عمل کیے' اور کہا کہ میں بھی (عام) مسلمانوں میں سے ہوں۔''

دعوت کے بارے میں عام طور پر یہ تصور پایا جاتا ہے کہ دین کی دعوت مخصوص طبقے یعنی علماء کا کام ہے' حالانکہ یہ ذمہ داری بحیثیت مجموعی سب مسلمانوں کے ذمہ لگائی گئی ہے کہ وہ اس دین کو خود سمجھیں اور دوسرے لوگوں کو سمجھائیں' دوسرے لوگوں تک اس دین کو پہنچائیں۔ اگرچہ اصلاً یہ ذمہ داری انبیاء کرام علیہم اسلام کی ہوا کرتی تھی لیکن نبی اکرم ﷺ کے بعد اب یہ ذمہ داری آپ ؐ کی امت کو سونپ دی گئی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ جیسے انسان کی زندگی میں مختلف ادوار ہیں' بچپن ہے' اس کے بعد جوانی کا عالم آتا ہے' پھر اُدھیڑ عمر آتی ہے اور آخر میں بڑھاپا آتا ہے' اسی طرح یہ نوع انسانی بھی مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے' نبی اکرم ﷺ کے دور میں آ کر ذہنی اور فکری اعتبار سے پورے عروج پر پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق نبوت ورسالت کو کامل کر کے اس کو ختم کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد بھی تا قیامت انسان کو ہدایت اور راہنمائی کی ضرورت تھی۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ قرآن مجید جو نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا' اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی۔ چنانچہ قرآن حکیم میں فرمایا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝﴾ (الحجر:9)

''ہم نے ہی اس ''الذکر'' کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

دوسرے یہ کہ دعوت دین کی ذمہ داری کو پوری اُمت کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ یہ ذمہ داری پہلے نبی اور رسول ادا کرتے تھے۔ اب یہ اعزاز اس امت کو عطا کر دیا گیا۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ؐ نے فرمایا:

((فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ))

''جو لوگ یہاں موجود ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ اب دین کو ان لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں''۔

قرآن مجید میں بھی بڑے واضح انداز میں بیان کر دیا گیا کہ یہ ذمہ داری مسلمانوں کی ہے۔ کئی جگہ پر یہ بات آئی ہے۔

سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ......﴾ (آل عمران:110)

''تم ایک بہترین اُمت بنائے گئے ہو۔ تمہیں لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔ تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔''

سورۂ حج کے آخری رکوع میں اور زیادہ واضح الفاظ ہیں:

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ ھٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ......﴾

''اور جہاد کرو اللہ کے راستے میں جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے' اس نے تمہیں چن لیا ہے اور نہیں رکھی تم پر دین میں کوئی تنگی' تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین (پسند کیا)' اُس نے نام رکھا تمہارا مسلمان پہلے سے اور اِس (قرآن) میں بھی، تاکہ رسول نے جس طرح تم پر گواہی دی، تم بھی گواہی دو پوری نوع انسانی پر (اس دین کی)''۔

صحابہ کرامؓ نے اس ذمہ داری کو اپنا فرض سمجھا۔ چنانچہ وہ مسجد الحرام کی ایک لاکھ اور مسجد نبوی کی پچاس ہزار نمازوں کا ثواب چھوڑ کر نکلے اور دین کی دعوت کی غرض سے دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئے۔

اس حوالے سے اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو اس وقت پوری اُمت مسلمہ کا معاملہ اتنا دگرگوں ہے کہ دوسروں کو دعوت دینا تو کجا خود اُسے تبلیغ اور دعوتِ دین کی ضرورت ہے۔ حالانکہ یہ اُمت کوئی چھوٹی اُمت نہیں ہے۔ تعداد کے اعتبار سے بہت بڑی امت ہے۔ پوری دنیا کے اندر ہر پانچواں انسان مسلمان ہے۔ اور ستاون اٹھاون مسلمان ممالک موجود ہیں۔

اگرچہ ہمارے ہاں دعوت دین کے حوالے سے ایک بہت بڑی جماعت کام کر رہی ہے۔ اس کا نام ہی تبلیغی جماعت ہے۔ لیکن یہ کہ یہ تبلیغ برائے تبلیغ نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ اقامت دین کے لیے ہونی چاہیے۔ اگر کسی ملک میں دین قائم ہے تو پھر اس تبلیغ کو توسیع انقلاب کے لیے استعمال ہونا چاہیے۔ اور اگر کسی ملک کے اندر دین قائم ہی نہیں ہے' تو ظاہر ہے کہ تبلیغ کا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ اس دین کو قائم کیا جائے۔ دین کے غلبہ کی جدوجہد کو اس کا حصہ ہونا چاہیے۔ اِس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت ہمارے سامنے رہنی چاہیے۔ آپ ؐ کی ساری جدوجہد' دعوت وتبلیغ کا محور اور مرکز یہی تھا کہ اللہ کے دین کو غالب کرنا ہے۔ اس حوالے سے ہی ساری پلاننگ ہوتی تھی۔

دعوت وتبلیغ کے فریضہ کے لیے قرآن مجید میں ایک اہم اصطلاح شہادت علی الناس استعمال ہوئی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت 143 ہی میں فرمایا گیا:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ......﴾

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی اُمت بنایا ہے' تاکہ تم (اس دین کے) گواہ بنو''۔

شہادت علی الناس یا دین کی گواہی کے کئی پہلو ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان انفرادی طور پر اس دین کی گواہی دے رہا ہو۔ اور یہ گواہی ظاہر ہے کہ صرف زبان سے کافی نہیں ہوگی' بلکہ انسان کا اپنا عمل بھی گواہی دے رہا ہو کہ یہ شخص واقعی اس دین کا داعی ہے۔ اس دین کو ماننے والا ہے۔ اسی طریقے سے اس کی دوسری Dimension یہ ہوگی کہ اجتماعی سطح پر بھی اس کی گواہی دی جائے' اور اس کی صورت یہی ہے کہ اس دین کو قائم کر کے دکھایا جائے' تبھی یہ گواہی مکمل ہوگی۔ ورنہ کتابوں میں لکھا ہوا دین حجت نہیں بنتا۔ حجت تو تب ہی بنے گا جب یہ دین اجتماعی سطح پر اپنی پوری تعلیمات کے ساتھ چلتا پھرتا ایک نمونہ نظر آئے۔ سر کی آنکھوں سے لوگ دیکھیں کہ ہاں واقعی یہ دین قابل عمل ہے۔ یہ دین اللہ کی برکات کو نازل

کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ لوگوں کی فلاح و بہبود کا حامل ہے۔ یہ لوگوں کے مسائل کو حل کرتا ہے۔ لوگ اس میں امن اور سکون کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ کوئی کسی پر ظلم نہیں ڈھا رہا۔ کوئی کسی کا استحصال نہیں کر رہا۔ ہم دیکھتے ہیں یہ ساری خوبیاں خلافت راشدہ کے نظام میں موجود تھیں۔ لیکن یہ آج ہماری بدقسمتی ہے کہ پاکستان سمیت ستاون اسلامی ملکوں میں سے کسی ایک ملک میں بھی یہ نمونہ پیش نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہم کسی کو یہ نہیں بتا سکتے کہ اسلام کو اگر آپ نے اس کی صحیح شکل میں دیکھنا ہے تو فلاں ملک کو دیکھ لیں۔ کوئی ملک بھی ایسا نہیں ہے۔ طالبان نے افغانستان میں ایک کوشش کی تھی وہ بھی طاغوت سے بالکل برداشت نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کا نظام عالمی طاغوتی نظام کے گلے میں ہڈی بن کر پھنس گیا' اور اس کو تہس نہس کرنے کے لیے جس طریقے سے عالم کفر اکٹھا ہوا، وہ ہم سب کے سامنے ہے۔

اس اعتبار سے یہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ ہم دین کی دعوت اور تبلیغ کے کام کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر کریں۔ یہ سمجھنا کہ یہ کام کسی خاص طبقے کی ذمہ داری ہے' درست نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ سب کے سب داعی تھے' چاہے کوئی پڑھا لکھا تھا یا ان پڑھ، کوئی تاجر تھا یا کسی اور پیشہ سے وابستہ، سب اس دین کے داعی تھے۔ ہر شخص نے ایک داعی کا کردار ادا کیا۔

دعوت دین کی اہمیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ اپنے آپ کو اسلام پر قائم رکھنے کے لیے بھی اس کام کو کرنا بہت ضروری ہے۔ اس لیے کہ جس معاشرے میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں' اس کے اندر ہمارے اوپر طاغوتی نظام کا بہت زیادہ پریشر ہے۔ برائی' فحاشی اور عریانی کا منظم طریقے سے پروپیگنڈہ ہو رہا ہے۔ اس سے بچاؤ کی کوئی اور صورت ممکن ہی نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم اس کے خلاف کھڑے ہو جائیں۔ جیسے کہا جاتا ہے Offense is the best defence۔ اپنے آپ کو اگر اس برائی سے بچانا ہے تو پھر آپ کو خود اس کے خلاف کھڑا ہونا پڑے گا' ورنہ آپ نہیں بچ سکتے۔ جب سیلاب آیا ہو اور کوئی اس میں کھڑا رہنا چاہے تو کھڑا نہیں رہ سکتا۔ اگر آپ نے اس جگہ کھڑے رہنا ہے تو آپ کو مخالف سمت میں مسلسل زور لگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تب آپ کے لیے ممکن ہوگا کہ آپ کم از کم اسی جگہ کھڑے رہیں۔ چنانچہ اگر آپ واقعی مسلمان زندہ رہنا چاہتے ہیں' ایک مومن کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں' تو آپ کے لیے ازبس ضروری ہے کہ آپ دعوت کے کام کو اختیار کریں ورنہ آپ معاشرے کے زبردست پریشر کا شکار ہو جائیں گے اور اس کے رنگ میں رنگے جائیں گے۔ ضروری ہے کہ جس سطح پر بھی ہمارے لیے ممکن ہو۔ ہم اس دعوت کے کام کو اختیار کریں۔ ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر میں اس کام کو شروع کرے' اپنے بچوں کی اسلامی خطوط پر تربیت کرے' اپنے خاندان کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دین کی دعوت دے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ کام تن تنہا کرنا زیادہ مشکل ہے۔ اگرچہ ناممکن تو نہیں ہے' لیکن اس کے لیے بہت زیادہ ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ البتہ انسان اگر کسی اجتماعیت کو اختیار کر لیتا ہے تو اس کام کے اندر بڑی سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس کو ایک بہت بڑی جماعتی سپورٹ مل جاتی ہے۔ اس کی ہمت بندھانے کو بہت سے افراد اس کو مہیا ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی وقت اس کے اندر کوئی کمزوری پیدا ہوتی بھی ہے تو وہ اس کو سہارا دے دیتے ہیں۔ بہر حال یہ ہم سب کی اپنی ضرورت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً))

''پہنچاؤ میری جانب سے چاہے ایک ہی آیت ہو''۔

آپ ﷺ ہی کا فرمان ہے:

((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ)) (متفق علیہ)

''تم میں بہترین لوگ وہی ہیں جو قرآن سیکھے اور سکھائے''۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی ؓ سے یہ بات فرمائی کہ علی! اگر تمہارے ذریعے سے کوئی ایک شخص بھی راہ ہدایت پر آجائے' تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھری ہوئی وادی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک شخص آپ کے ذریعے سے راہ ہدایت پر آ گیا ہے۔ اب وہ جو بھی کچھ نیک عمل کر رہا ہے' اس میں آپ کا حصہ بھی شامل ہو گیا ہے۔ اس کو تو اپنے عمل کا اجر ملے گا' لیکن وہ اب آپ کے لیے صدقہ جاریہ بن گیا۔ آپ تو کچھ بھی نہیں کر رہے' عمل وہ کر رہا ہے' حصہ آپ کو بھی مل رہا ہے۔ ویسے بھی یہ بہت بڑی خوش بختی کی علامت ہے کہ کسی کو اس کام کی توفیق مل جائے۔

دعوت کا کام پہلے نبی اور رسول کرتے رہے ہیں۔ حضرت آدمؑ سے لے کر نبی اکرم ﷺ تک یہ رسولوں کی ذمہ داری ہوتی تھی۔ اب یہ ذمہ داری امت مسلمہ کے ہر فرد کو دے دی گئی ہے۔ لہٰذا نبیوں اور رسولوں والا کام اگر انسان اختیار کر لے تو اس کو بھی نبیوں اور رسولوں کے ساتھ ایک نسبت حاصل ہو جائے گی۔ اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ یہ کام کرنے والے اللہ اور نبی کے مددگار شمار ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں دو پارٹیوں کا ذکر ہے: ایک حزب اللہ ہے اور دوسری حزب الشیطان۔ انسان ان دو پارٹیوں میں سے کسی ایک ہی میں شمار ہوگا' یا وہ حزب اللہ میں ہو سکتا ہے یا وہ حزب الشیطان میں! انسان کے لیے یہ کتنا بڑا اعزاز ہے کہ وہ خالق کائنات کی پارٹی میں شامل ہو جائے۔ اس سے بھی آگے یہ کہ جو شخص بھی یہ جدوجہد کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو اپنا مددگار شمار کرتا ہے۔ اسی طرح وہ رسول اللہ ﷺ کا مددگار شمار ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ... ﴾

(الصف:14)

''اے اہل ایمان! اللہ کے مددگار بن جاؤ''۔

اللہ اس پوری کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ اُسے ہماری مدد کی کیا ضرورت معاذ اللہ' اسے تو پورا اختیار حاصل ہے۔ وہ تو علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے۔ اس کی مدد چہ معنی دارد؟ اللہ کی مدد کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ کے دین کے غلبہ کی جدوجہد میں لگ جائے۔ جو اس کام میں لگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنا مددگار شمار کرتا ہے۔ سورۃ حدید کی آیت ہے۔

﴿ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ﴾

(حدید:25)

''اور اللہ جانچنا چاہتا ہے' کون ہیں اس کے مددگار۔ اور اس کے رسولوں کے مددگار''۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس راستے کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ضرورت رشتہ

☆ فیصل آباد میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی حافظہ قرآن بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایم ایس سی کیمسٹری، صوم وصلوٰۃ اور پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ فیصل آباد اور گردونواح کی فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0333-6522459

☆ ملتان میں رہائش پذیر رفیق تنظیم اسلامی کو اپنی ہمشیرہ (مطلقہ)، عمر 30 سال، تعلیم بی اے، زبان سرائیکی کے لیے برسر روزگار، دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں ہے۔ صرف والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0311-6070727
0305-7693927

ملی جرائد کونسل کا اجلاس

منعقدہ 4 اگست بروز اتوار قرآن آڈیٹوریم لاہور

ملی یکجہتی کونسل پاکستان کے زیر اہتمام ملی جرائد کونسل کا پہلا باقاعدہ اجلاس مورخہ 4 اگست 2019ء بروز اتوار قرآن آڈیٹوریم، گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا، جس کی صدارت تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید صاحب نے کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ثاقب اکبر صاحب نے ادا کیے۔ اجلاس کا باقاعدہ آغاز تنویر احمد کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ اس کے بعد صاحبزادہ فریاد حسین نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔ صدر مجلس جناب عاکف سعید صاحب کے مختصر صدارتی کلمات کے بعد شرکاء کا باہمی تعارف کرایا گیا۔ اس کے بعد مقررین نے اپنے جن خیالات کا اظہار کیا اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

لیاقت بلوچ: خطابات اور دروس کو تحریری شکل میں لانے کی آج کے دور میں بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ہماری تمام کاوشوں کا مقصد اللہ کے دین کا غلبہ ہے۔ ہمارے علماء اور دینی صحافتی طبقہ نے قیام پاکستان سے لے کر آج تک مجاہدانہ کردار ادا کیا ہے اور ہمیں اپنے اس پلیٹ فارم سے بھی اسی کردار کو جاری رکھنا چاہیے۔ آج آئین میں موجود اسلامی شقوں کو غیر موثر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کشمیر اور فلسطین ایشوز کی وجہ سے عالم اسلام کو بڑے بحران کا سامنا ہے۔ ان تمام سازشوں اور چالوں کا مقابلہ ہمارے علماء اور مذہبی طبقے نے کرنا ہے۔ ریاست مدینہ کے اعلان کے بعد عوام نے شکر ادا کیا تھا کہ کسی نے تو دین کا نام لیا لیکن عملاً کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ حقیقت میں علماء کرام دین کے نفاذ کے لیے پابند اور مکلف ہیں۔ جرائد کونسل کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ عوام کو مثبت پیغام دینے کے لیے مشترکہ لائحہ عمل تشکیل دیا جائے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہمیں اپنی ذمہ داری ادا کرنا چاہیے۔ علماء پر الزام لگایا جارہا ہے کہ یہ اقلیتوں کے دشمن ہیں ہمیں مل جل کر اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا چاہیے۔ معاشی معاملات میں ملک وقوم کی راہنمائی کرتے ہوئے ہمیں مشترکہ جدوجہد کو آگے بڑھانا چاہیے۔

ایوب بیگ مرزا: تقریر و تحریر کی ضرورت اور افادیت بہت زیادہ ہے۔ تقریر و تحریر انسانی شخصیت پر بہت اثر انداز ہوتی ہے۔ ملی جرائد کونسل کی تشکیل ایک احسن اقدام ہے۔

اس ضمن میں تنظیم اسلامی کی سفارشات حسب ذیل ہیں:

1۔ جرائد کو دین اور اسلام کے لیے کام کرنا چاہیے۔ کسی مسلک کے لیے نہیں

2۔ تحریر و تقریر کے ذریعے فرقہ واریت کو ختم کیا جائے۔ ہمیں مشترکات پر بات کرنی چاہیے۔

3۔ اپنے جرائد کے ذریعے جامع دینی فکر کو اجاگر کیا جائے بالفاظ دیگر اقامت دین کیسے ممکن ہے۔

4۔ ہماری تحریروں میں یہودی پروپیگنڈے کا توڑ ہونا چاہیے۔

5۔ اپنے جرائد میں ایک دوسرے پر وار کرنے کی بجائے کشادہ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی توانائیاں اسلام اور پاکستان کے دشمنان کے خلاف استعمال کرنی چاہئیں۔

6۔ ہمارے ہاں سیکولر، لبرل طبقہ اور این جی اوز جو فکری انتشار پھیلا رہی ہیں اس کا سد باب کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے اور اس پلیٹ فارم سے ہمیں اس ذمہ داری کو بطریق احسن نبھانے کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے۔

حافظ عبدالرحمان مدنی: انہوں نے اپنی دینی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے پاکستان میں اسلام کے نفاذ اور سعودی عرب کے دستور میں اسلامی دفعات اور اس کے نفاذ کے حوالے سے واقعات بیان فرمائے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اسلام کے نفاذ کے لیے مل جل کر کوشش کرنی چاہیے۔

مھدی حسن: جرائد چھپوائے تو بہت جاتے ہیں مگر پڑھے نہیں جاتے۔ اس طرز عمل میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ رسالہ منتظر 60 سال سے جاری ہے لیکن آج تک اس میں فرقہ واریت کا ایک لفظ نہیں چھپا۔ انہوں نے وقت کی پابندی کرنے پر بھی زور دیا۔

نمائندہ ترجمان القرآن: دینی جرائد میں شائع ہونے والے مضامین کا جائزہ لیا جانا چاہیے۔ ملی یکجہتی کونسل کو اس بات کا جائزہ لے کر ایک لائحہ عمل طے کرنا چاہیے۔ لبرل اور سیکولر طبقات کی طرف سے جو لادینی اور مغالطے پھیلائے جارہے ہیں ان کا مقابلہ ہمیں مل کر کرنا چاہیے۔ ہمیں ملک میں جاری دستور سازی اور قانون سازی سے باخبر رہنا چاہیے۔ اعلیٰ علمی شخصیات کو ملی جرائد کونسل سے منسلک ہونا چاہیے۔ خواتین کے حوالے سے شائع ہونے والے رسالوں کی راہنمائی کی بھی ضرورت ہے۔

نور اللہ صدیقی: پاکستان کے آئین میں ریاست مدینہ کی تمام باتیں موجود ہیں۔ مسئلہ صرف عملی نفاذ کا ہے۔ دینی جرائد کے مدیران کی کونسل اور انفارمیشن سیل بھی بنایا جائے۔ تمام جرائد اپنے اپنے مکتب فکر کی راہنمائی کرتے ہوئے مشترکات کے حوالے سے قرآن و سنت کی روشنی میں مضامین شائع کریں۔ قوم کی راہنمائی کے لیے ہمیں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ ایک دوسرے کے مضامین کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے۔ مذہبی جرائد کی اشاعت بہت زیادہ ہے ان میں کام کرنے والے کارکنوں کو بھی صحافتی دائرہ کار میں لایا جائے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے نظریاتی دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے بھی مجوزہ کونسل کو کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم ملی یکجہتی کونسل کے مقاصد کے حصول کے لیے ہر قسم کا تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں۔

پروفیسر ندیم اشرفی: ایک تاثر یہ ہے کہ ویلفیئر کا کام یورپ اور امریکہ کی این جی اوز کر رہی ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کی فلاحی تنظیمیں ان سے بڑھ کر انسانی فلاح و بہبود اور احترام انسانیت کے لیے کام کر رہی ہیں۔ رائے کے اختلاف کے باوجود اتنے لوگوں کا مل بیٹھنا ملی یکجہتی کونسل کا کامیاب کارنامہ ہے۔

جعفر علی میر: جرائد کونسل کا اجلاس ماہانہ بنیادوں پر منعقد ہونا چاہیے۔ ہم ایسے کسی بھی اجلاس کی میزبانی کے لیے حاضر ہیں۔ جو روش انبیاء کی رہی ہے وہی علماء کی ہونی چاہیے۔ ملی جرائد کو ملی یکجہتی کونسل کی طرف سے ایک موضوع ملنا چاہیے۔ قرآن میں فرقہ واریت کے خاتمے اور انسان سازی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ہمیں اپنے جرائد میں ملت کے اجتماعی شعور کو اجاگر کرنا چاہیے۔ امت مسلمہ کو مسلکی روش سے ہٹ کر سوچنا اور عمل کرنا چاہیے۔

آخر میں ملی جرائد کے سربراہان پر مشتمل ایک ورکنگ گروپ کے قیام کا اعلان بھی کیا گیا اور طے کیا گیا کہ ابتدائی مراحل میں ایک ورکنگ گروپ ملی جرائد کونسل کے قواعد وضوابط اور مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے لائحہ عمل تشکیل دے گا۔ ابتدائی طور پر ملی جرائد کونسل کے ورکنگ گروپ کے لیے دینی جرائد کے درج ذیل سربراہان کا اعلان کیا گیا: ثاقب اکبر، خالد مسعود فاروقی، حسن مدنی، مختار حسین فاروقی، ایوب بیگ مرزا، نور اللہ صدیقی، پروفیسر ندیم اشرفی، عبدالرحمان مدنی۔ طے کیا گیا کہ کونسل میں دیگر جرائد کے سربراہان کو بھی ذمہ داریاں دی جائیں گی۔

پاکستان عالم اسلام کی اُمیدوں کا مرکز، کیسے؟

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ’’پاکستان عالم اسلام کی اُمیدوں کا مرکز، کیسے؟‘‘ کے عنوان سے ایک سیمینار 4 اگست 2019ء کو قرآن آڈیٹوریم گارڈن ٹاؤن لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض عطاء الرحمان عارف نے ادا کیے۔ سیمینار کا باقاعدہ آغاز عبداللہ واحد صاحب کی تلاوت قرآن سے ہوا۔ اس کے بعد جناب سید کلیم اللہ شاہ صاحب نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔ سیمینار میں مقررین نے اپنے جن خیالات کا اظہار کیا ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی):

پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کی بنیاد پر بنا اور اس کا مقصد وجود بھی قرارداد مقاصد کی روشنی میں اللہ کی حاکمیت کا قیام اور قرآن وسنت کی بالادستی قرار دیا گیا۔ تحریک پاکستان کا مقبول ترین نعرہ تھا ’’پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ‘‘۔ جبکہ تمام دیگر مسلم ممالک کی بنیاد دنیا کے مروجہ اصولوں کے مطابق تاریخ، جغرافیہ یا نسل پر استوار ہے' اسلام پر نہیں ہے۔ چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ پاکستان ہی وہ ملک ہے جس میں اسلام سے جذباتی وابستگی دوسرے ممالک کی نسبت زیادہ نظر آتی ہے۔ لہٰذا توقع کی جاتی ہے کہ ہر مشکل مرحلے میں بھی پاکستان اسلام کے ساتھ کھڑا ہوگا اور اپنے اسلامی تشخص کو ہی ترجیح دے گا۔ یہ اسلامی دنیا کا واحد ملک ہے جو ایٹمی صلاحیت کا حامل ہے۔ اس حوالے سے پاکستان کو ایک خصوصی Edge حاصل ہے۔ اگر یہاں حقیقی اسلام آ گیا تو ان شاء اللہ اس کا قیام پائیدار ہوگا اور پاکستان فی الواقع اسلام کا ایسا مرکز بن جائے گا جہاں سے اسلام پوری دنیا میں پھیلے گا۔ ان شاء اللہ۔ پاکستان کو گھیرنے کی ہر ممکن کوشش دشمنوں نے کر لی ہے لیکن وہ تاحال پاکستان کو زیر کرنے میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہوئے۔ گمان غالب یہی ہے کہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ کسی بڑے مقصد کے تحت بچا رہا ہے۔ یہ درست ہے کہ دین سے بے وفائی کی پاداش میں ہمارا آدھا دھڑ ہم سے جدا ہو چکا ہے۔ ہمارے ازلی دشمن بھارت کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست سے ہم دوچار ہو چکے ہیں لیکن اگر ہم نے بحیثیت مسلمان اپنا قبلہ درست کر لیا' یعنی اللہ کے دین کو اس ملک میں قائم وغالب کرنے کی جدوجہد کو ترجیح اول بنایا تو ان شاء اللہ پاکستان اسلام کی سربلندی کے لیے اور عالم اسلام کی جنگ میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے گا اور پاکستان کے ذریعے دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔ بصورت دیگر دنیا میں ذلت ورسوائی بدستور ہمارا مقدر بنی رہے گی۔ پاکستان کی جغرافیائی حیثیت ایسی ہے کہ دنیا کی کئی بڑی طاقتیں اس کے تعاون کی محتاج ہیں۔ اگر ہمارے حکمران مومنانہ فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے درست سمت میں پالیسیوں کا تعین کریں تو پاکستان عالم اسلام کے لیے بہت بڑا کردار ادا کر سکتا ہے۔ اور اپنے ساتھ کچھ مسلم ممالک کو ملا کر عالم اسلام اور اسلام کے خلاف عالمی سازشوں کا راستہ روک سکتا ہے۔ اگر اسلامی ممالک پاکستان کے ساتھ مل کر ایک اسلامی معاشی نظام قائم کریں تو عالم اسلام پر سے عالمی قوتوں کی اجارہ داری ختم ہو سکتی ہے اور مسلم ممالک آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو سکتے ہیں۔

یہ وہ چند نکات ہیں جن کے حوالے سے ہم بجا طور پر سمجھتے ہیں کہ پاکستان واقعتاً عالم اسلام کی اُمیدوں کا مرکز ہے۔ تاہم چند تلخ حقائق بھی ہیں جنہیں نظر انداز کرنا بھی دیانت کے خلاف ہوگا۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ پاکستان کی بقا اور اس کے استحکام کا دارومدار حقیقی اسلامی نظام کے ساتھ مشروط ہے۔ بحیثیت مسلمان یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اس ملک میں نظام مصطفی ﷺ کا نفاذ کریں ورنہ از روئے قرآن ذلت ومسکنت کا عذاب اللہ کی طرف سے ہم پر مسلط رہے گا اور ہم اللہ کی نصرت اور تائید سے محروم رہیں گے۔ ہاں اگر ہم نے اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کے ساتھ وفاداری کا عملی ثبوت پیش کیا اور اللہ کے دین کو قائم کیا تو اللہ کی مدد اور نصرت لازماً ہمارے شامل حال ہوگی۔ یہ شرط میں اپنی طرف سے نہیں لگا رہا۔ قرآن کا دوٹوک فیصلہ آپ کو سنا رہا ہوں۔ سورہ محمد میں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا: ’’اگر تم اللہ کی مدد کرو گے یعنی اللہ کے دین کو قائم کرنے کو اپنی ترجیح اول بنالو تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا۔‘‘ اسی طرح سورۃ آل عمران میں دوٹوک فیصلہ سنا دیا کہ: ’’اگر تم اللہ کی مدد کرو گے (یعنی اپنی ریاست میں اگر تم اللہ کے دین کو قائم وغالب کرو گے) ....اور اگر تم نے اللہ کے دین سے بے وفائی کی تو پھر اللہ دیکھے گا کہ کون تمہاری مدد کرے گا۔ یعنی تمہیں پناہ دینے والا کوئی نہیں ہوگا اور اللہ کا عذاب تم پر مسلط ہو کر رہے گا‘‘۔

لہٰذا اللہ کے دین سے بے وفائی کی موجودہ روش اگر آئندہ بھی جاری رہی تو یاد رکھیے! سقوط مشرقی پاکستان کی طرح عذاب کا کوئی بڑا کوڑا ہماری پیٹھ پر برس سکتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔ اس تلخ حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ آج بھی ہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی معاشی غلامی میں جکڑے جا چکے ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہماری انفرادی واجتماعی خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمارے مقتدر طبقات کو بھی اور خود ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم پاکستان کو ایک مثالی اسلامی ریاست بنا سکیں۔ ہم حکومتی سطح پر ریاست مدینہ کے محض نعرے پر ہی قناعت نہ کریں۔ آمین!

ایوب بیگ مرزا: (مرکزی ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی): برصغیر کے مسلمان اسلام کے معاملے میں عملی کم اور جذباتی زیادہ ہیں۔ مسلمانوں کو نماز روزہ کی اجازت تو انگریزوں کی فوجی چھاؤنیوں میں بھی تھی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم معاشرے پر بھی اسلام کو غالب کریں۔ جب تک معاشرے میں اسلام غالب نہیں ہوگا پاکستان میں اسلام نہیں آ سکتا۔ اسلام کے غلبے کا پہلا مرحلہ دعوت ہے۔ اس حوالے سے تنظیم اسلامی یکم اگست سے ’’دعوت فکر اسلامی‘‘ مہم کا آغاز کر چکی ہے۔ انسانی زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی گوشوں میں اللہ اور رسولؐ کا اتباع اور کارہائے مملکت میں ہر سطح پر شرعی قوانین کا مکمل نفاذ صحیح اور جامع اسلامی فکر ہے۔ ہم سب پر لازم ہے کہ اس مہم میں شریک ہو کر غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

Palestine BDS movement stands in solidarity with Kashmir

Statement in solidarity with Kashmir issued by the pro-Palestinian Boycott, Divestment, and Sanctions (BDS) Movement.

The Palestinian Boycott, Divestment and Sanctions National Committee (BNC), the largest coalition in Palestinian society, shares the shock and anger of Kashmiris and democratic forces in India and across the world over the authoritarian decision of the Bharatiya Janta Party-led Indian government to effectively nullify overnight the relative autonomy of the occupied state of Jammu and Kashmir. We denounce the increasing use of Israeli-style paradigms and policies by the current Indian government.

Introducing through presidential decree legally dubious changes to the Indian constitution, the right-wing government in Delhi has further undermined the internationally-recognized rights of the people of occupied Kashmir, particularly their right to democratically decide on their future, without their knowledge or consent.

The Indian government imposed this decision on the 5th of August while keeping occupied Kashmir cut off from the world, with its phone lines and internet shut down, its political leaders placed under house arrest, and its streets under a strict curfew enforced by a massive deployment of the army, paramilitary and police forces.

The occupied Kashmir valley was already among the most militarized zones in the world, and now close to a million armed personnel are deployed there to impose the writ of the extremist government. The curfew and communication blackout are still in place, over a week later. On Friday, the first reports of massive protests in Srinagar came in, with the use of teargas and live rounds of gunfire by Indian security personnel reported. Visiting journalists met victims with pellet gun injuries in hospitals, some of whom were going to study or were making bread in their shops when shot.

The history of atrocities and human rights violations are not new to occupied Kashmir. Human rights groups have recorded extrajudicial killings, arbitrary detentions, torture, rape, enforced disappearances, mass blindings and suppression of protest and democratic expression, along with legal immunity to armed forces for over 30 years.

As recently as 2018, the Office of the United Nations High Commissioner for Human Rights released a comprehensive report on the situation in Indian Occupied Kashmir demanding access for an independent inquiry, which India rejected as a "false narrative".

As Palestinians, we deeply feel the suffering of the people in occupied Kashmir under military repression that in so many cases is similar to Israeli forms of subjugation and control. Today, the Modi government has literally taken inspiration from Israel's settlement project to enable forced demographic changes on the ground. The constitutional changes introduced by the BJP government scrap the ability of the occupied state of Jammu and Kashmir to make its own laws around property, employment, residency, etc. With this provision gone, and New Delhi already inviting private investment, the demographic nature of the region is set to be permanently altered, drawing on the Israeli example of creating 'facts on the ground' through illegal colonial settlements in the occupied Palestinian territory.

Taking inspiration from Israel's settler-colonialism is only the latest in Modi-led India's deepening relationship with and admiration for apartheid Israel. As we have observed over the years, India is borrowing Israel's methodology and ideology and using Israeli weapons in its control over occupied Kashmir. In 2014, the BJP government's then home minister Rajnath Singh visited Israel and said he was "impressed" by the electronic fence that maintains the blockade on two million Palestinians in Gaza. A similar fence is already being deployed along the Line of Control between India and Pakistan. India is the world's largest importer of Israeli weapons. The Tavor rifles, the very symbol of the military jackboot in the Kashmir valley, and the drones that India deploys to control the region are Israeli-made. Israeli military delegations have been visiting Indian Occupied Kashmir to train Indian troops.

Benjamin Netanyahu is set to visit India again in September, and major arms deals will be back on the table, as they were in the previous meeting. The Israeli weapons that India uses to oppress Kashmiris have been 'field-tested' on Palestinian bodies.

Our campaign for a comprehensive military embargo on Israel, therefore, is directly linked to opposing global militarization, including militarization of occupied Kashmir.

In this grave moment today, we stand in solidarity with the people in Indian Occupied Kashmir. In India and across the world, conscientious forces are opposing this move that abrogates the limited autonomy of Jammu and Kashmir. We must not remain silent on this historical injustice that the BJP-led government has brought upon occupied Kashmir. Our oppressors are united, and our struggles will be stronger if we too unite.

We call for international pressure on the government of India to reverse its latest measures that violate the rights of the people of occupied Kashmir under international law and to recognize and respect those rights. We appeal to the people of conscience in India to work towards ending India's military and security alliance with Israel. This would not only end India's shameful complicity in Israel's suppression of Palestinian freedom, justice and equality, but would also benefit the struggle for the rights of the people of occupied Kashmir, as well as the social and economic justice struggles of the people of India.

<u>Source</u>: ***https://bdsmovement.net/***

انجینئر مختار حسین فاروقی (تنظیم اسلامی کے سینئر راہنما اور دانشور): احادیث میں واضح پیشین گوئی ہے کہ اس علاقے سے لشکر امام مہدی کی معاونت کے لیے جائیں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس کی تیاری کریں اور اپنے گھربار، دوست احباب کو اسلامی لشکر میں شمولیت کا اہل بنائیں۔

اوریا مقبول جان (سینئر صحافی اور دانشور): پاکستان اور اسلام کے لیے سب سے بڑا خطرہ انگریز کا بنایا ہوا نظام ہے۔ اگر ہم نے پاکستان کو عالم اسلام کی اُمیدوں کا مرکز بنانا ہے تو ہمیں سب سے پہلے اس نظام کو بدلنا ہوگا۔ کیونکہ اس نظام کے ہوتے ہوئے نہ تو غزوۂ ہند ممکن ہے اور نہ ہی یہاں سے کوئی لشکر امام مہدی کی معاونت کے لیے جا سکتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر سلطان سکندر: معاشرے کی بنیادی اکائی فرد ہے۔ جب تک فرد کی تربیت اسلامی بنیادوں پر نہیں ہوگی نہ یہاں اسلام آ سکتا ہے اور نہ پاکستان عالم اسلام کی اُمیدوں کا مرکز بن سکتا ہے اور اسلام میں فرد کی تربیت کے تین انسٹیٹیوشن ہیں یعنی ماں، مسجد اور مکتب۔

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

''دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23- کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور'' میں

06 تا 08 ستمبر 2019ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

نقباء کورس (نئے و متوقع نقباء کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

''مسجد فاطمہ، جامع القرآن حشمت کالونی، ہارون آباد'' میں

08 تا 14 ستمبر 2019ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

اور

13 تا 15 ستمبر 2019ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0333-6305730

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

غلبۂ اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

شمارہ ستمبر 2019ء، مُحرم الحرام ۱۴۴۱ھ

مشمولات

☆ تاریخ تحریک آزادیٔ کشمیر ——— ادارہ

☆ قرآنِ حکیم اور جہاد فی سبیل اللہ ——— ڈاکٹر اسرار احمدؒ

☆ رسول اللہ ﷺ کی مستقل سُنت: دعوتِ دین ——— انجینئر نعمان اختر

☆ متاثر کن داعیان الی اللہ کی محنت اور ہماری ذمہ داریاں ——— انجینئر محمد رشید عمر

☆ آدابِ دعوت ——— محمد سہیل راؤ

☆ اسلام کی سماجی اور معاشرتی اقدار ——— شجاع الدین شیخ

☆ کیا رسول اللہ ﷺ پر ایمان کے بغیر نجات ممکن ہے؟ (۲) ——— محمد سفیر الاسلام

☆ والدین کی قدر و منزلت ——— پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 40 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36- کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

Vol: 28 Regd. No. C.P.L NO.114 No.33

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore